محمد سعید

دیوانِ غالب نسخۂ عرشی کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ

In the portion consisting of the second part of the research based/critical review of Deewan-e-Ghalib Nuskha-e-Arshi, the noteworthy points are distributed in three sub-divisions. In the first part, a review of the doubt in the controversial Nasakh script will be presented. The second sub-division will comprise of the debate on Nuskha-e-Arshi's style of script and spelling. In the third part, some extra-ordinary issues will be argued with brevity.

دیوانِ غالب نسخۂ عرشی کے تحقیقی اور تنقیدی جائزے کے دوسرے حصے پر مشتمل اس باب میں بھی اس کے محلِ نظر مقامات کو تین ذیلی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہاں پہلے حصے میں نسخۂ عرشی کے اختلافِ نسخ کے اشکال کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔ دوسرا ذیلی حصہ، نسخۂ عرشی کے املا اور رسم الخط کے مباحث پر مشتمل ہو گا اور پھر تیسرے حصے میں کچھ دیگر معمولی اور غیر معمولی مباحث کو اختصار کے ساتھ احاطۂ تحریر میں لانے کی کوشش کی جائے گی۔

نسخۂ عرشی میں اختلافِ نسخ کے اندراج میں کوئی خاص قاعدہ یا طریقۂ کار اختیار نہیں کیا گیا۔ اس میں چار طرح کے اختلاف آئے ہیں۔ پہلی قسم کاتبوں کے املا اور رسم الخط وغیرہ کے اختلاف کی ہے۔ دوسری کاتبوں کے سہو پر مبنی ہے۔ تیسری، متن کے اختلاف اور چوتھی،

Scanned by CamScanner

دونوں کے اور اشعار کی ترتیب کے فرق کی ہے۔ مختلف نسخوں پر غالب کی اصلاحوں کو بھی حواشی کی ذیل میں رکھا گیا ہے۔

اختلافِ نسخ کو درج کرنے کی بھی چار، پانچ صورتیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی یہ طے کرنا ضروری ہوتا ہے کہ کون سے اختلاف دیے جائیں اور کون سے نہیں۔ مثلاً اس کی دو صورتیں ہیں یا صرف متن اور مصنف کی اصلاحوں کے اختلاف دیے جائیں جو زیادہ اہم اور ضروری ہوتے ہیں، ان کے علاوہ قدرے غیر اہم، رسم الخط یا سہو کاتب کے اختلافات ہوتے ہیں، انہیں بھی دیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس صورت میں مرتب کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ مقدمے میں الگ عنوان کے تحت یا مآخذ کے تعارف کے ذیل میں مختلف کاتبوں کے املا، رسم الخط اور سہو کاتب، کتابت وغیرہ کو تفصیل سے بیان کر دے اور یہ بھی بتا دے کہ متن میں اب اس طرح کے اختلاف کو درج نہیں کیا جائے گا۔ مگر ایسے اختلافات کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے تو زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ ایسے غیر اہم اختلاف کو اگر درج کرنا ہی ہو تو اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انہیں ضمیمے کے طور پر آخر میں درج کر دیا جائے تاکہ جو قاری زیادہ تفصیلی مطالعے کا خواہاں ہو، وہ انہیں وہاں دیکھ لے، اور اگر انہیں بھی اہم اختلافات کے ساتھ ملا کر ہی متن کے صفحہ پہ حاشیے میں درج کرنا ہو تو پھر اس بات کی پابندی ضروری ہے کہ اہم اور غیر اہم، معمولی اور غیر معمولی کے فرق کو ختم کر کے، تمام کو درج کیا جائے۔

نسخۂ عرشی میں ان میں سے کسی اصول کو نہیں اپنایا گیا۔ کہیں تو معمولی سے معمولی اور غیر اہم اختلافات کو بھی درج کر دیا ہے اور کہیں بعض غیر معمولی اختلاف بھی درج ہونے سے رہ گئے ہیں۔ کہیں یہ صورت بھی رہی ہے کہ ایک اختلاف، ایک یا دو نسخوں کے حوالے سے تو درج ہے لیکن ان کے علاوہ جن نسخوں میں وہی اختلاف موجود ہیں اُن کا ذکر نہیں کیا گیا۔ معمولی نوعیت کے اختلافات جو نسخۂ عرشی میں درج ہیں، اُن کو پیشِ نظر رکھ کر، مختلف نسخوں کا جائزہ لیں تو اسی نوعیت کے بیشتر اختلافات کو نظر انداز کر دیا گیا مثلاً ''قا'' کا کاتب اکثر گاف

Scanned by CamScanner

[illegible]

[illegible]

[illegible]

"م" کا کاتب اکثر اور "ہ" کا [illegible] "یہ" کو "یے" لکھتے ہیں۔

"ہ" کا کاتب اکثر [illegible] کی صورت میں بھی [illegible] ( ) لکھتا ہے۔

مولانا عرشی نے اس دیوان کے اختلافات بھی بیشتر دے دیے ہیں اور اکثر جگہ دیے [illegible] مطبوعہ ایڈیشنوں کے کاتبوں کے روشِ املا اور کتابت کا مقدمے میں کہیں مذکور نہیں۔ ان ایڈیشنوں کے مختلف نسخوں کے اختلاف جو نسخۂ عرشی میں آ گئے یا جو نہ آ سکے، ان کی مثالوں کا یہاں محل نہیں۔ یہاں ان کا اندراج طوالت کا باعث ہوگا۔ البتہ اس مقالے کے آخر میں ضمیمہ نمبر ۱ کے تحت دیوانِ غالب کے کچھ قلمی اور مطبوعہ نسخوں کے چند صفحات کے عکس شامل ہیں اور وہاں مختلف علامتوں سے واضح کیا گیا ہے کہ کون سے اختلاف درج ہوئے، کون سے درج ہونے سے رہ گئے اور کون سے غلط درج ہوئے۔

نسخۂ عرشی کے مقدمے میں "اختلافِ نسخ" کے عنوان سے جو وضاحت ہے، اس میں اختلافات سے متعلق صرف درج ذیل اقتباس ہے:

"دوسری تمام کتابوں کی طرح دیوانِ غالب کے سب نسخوں کا متن بھی

یکساں نہیں۔ ان میں کتابت کی غلطیاں بھی ہیں اور خود میرزا صاحب کی ترمیمیں اور اصلاحیں بھی۔ اختلافاتِ نسخ شاعر کی ذہنی رفتار کے تمام نقوش و آثار پر مشتمل ہونے کے باعث خصوصی توجہ کے مستحق تھے۔ اس لیے نسخۂ بھوپال (۱۸۲۱ء) سے شروع کر کے "انتخابِ غالب" (۱۸۶۶ء) اردو کے مسودے تک ہر اصلاح کو بصورتِ حواشی ضبطِ تحریر میں لانے کی کوشش کی گئی ہے"۔ (مقدمہ، ص: ۷۷)

اس اقتباس سے وضاحت نہیں ہوتی کہ کس نوعیت کے اختلاف دیے ہیں اور کون سے نہیں دیے کیونکہ "ہر اصلاح" یا "ہر اختلاف" تو نسخۂ عرشی میں درج نہیں ہو سکا۔

اس کے علاوہ "اختلافِ نسخ" درج کرتے ہوئے چند الفاظ کے بارے میں مولانا عرشی نے وضاحت کی ہے گویا ان چند الفاظ کے اختلاف درج کرنے کا کوئی قاعدہ مقرر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسی وضاحتیں دو تین جگہ نسخۂ عرشی کے "اختلافِ نسخ" ہی میں آئی ہیں کہ ایک لفظ کا پہلی بار اختلاف دیتے ہوئے یہ لکھ دیا ہے کہ اب آئندہ اس نوعیت کے اختلاف درج نہ کیے جائیں گے۔ ایسی چند وضاحتیں ملاحظہ ہوں:

(۱) "دیوان کے نسخوں میں "ہ" پر ختم ہونے والے الفاظ بحالتِ تحریف کبھی "ی" سے اور کبھی "ہ" سے لکھے گئے ہیں۔ خود غالب کے اپنے قلم کی تحریریں بھی مختلف ہیں۔ میں نے آج کل کے قاعدے کے مطابق ہر جگہ "ی" سے لکھا ہے اور جہاں کوئی نسخہ اس رواج کے خلاف تھا، وہاں اختلافِ نسخ میں اس کا حوالہ دینا ضروری نہیں گردانا"۔ (نسخۂ عرشی، ص: ۱۳۲)

(۲) "غالب کا املا پانو ہے۔ اس لیے آیندہ بغیر اختلاف ظاہر کیے غالب کا املا اختیار کیا گیا ہے" (نسخۂ عرشی، ص: ۱۳۴)

(۳) "تجھ اور مجھ کے مرکبات آیندہ بھی جگہ جگہ بے ہ کے لکھے گئے ہیں۔ اس لیے اس

Scanned by CamScanner

اختلاف کو نظر انداز کر کے ہر جگہ ذ کے ساتھ لکھا گیا ہے"۔ (نسخۂ عرشی، ص ۱۴۴)

(۳) "غالب کا یہ ادبی عقیدہ تھا کہ ذال، فارسی اور اردو حرف نہیں ہے اس لیے وہ ذال والے فارسی اور اردو لفظوں کو "ز" سے لکھتے تھے۔ میں نے بھی ہر فارسی و اردو لفظ میں ان کا اتباع کیا ہے مگر آئندہ اختلاف نسخ میں اس کا ذکر نہیں کیا"۔

(نسخۂ عرشی، ص ۱۴۴)

اب یہ بات خود طے کر دی ہے کہ اس نوعیت کے الفاظ کے اختلاف آئندہ درج نہیں کیے جائیں گے تو اصولاً یہ چاہیے تھا کہ آئندہ "اختلاف نسخ" کو ایسے اختلافات سے گراں بار نہ بنایا جائے۔ لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ ان وضاحتوں کے باوجود بعد میں بھی ایسے اختلاف درج کیے جاتے رہے ہیں (اور بعض نہیں بھی کیے) ان میں سے نمبر ایک اور نمبر تین کے تحت آنے والے اختلاف تو ان وضاحتوں کے بعد بھی کثرت سے درج ہوئے ہیں۔

نسخۂ عرشی کے "اختلاف نسخ" کا جائزہ لیں تو تین طرح کے اشکال اس میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بعض اہم اختلافات درج ہونے سے رہ گئے ہیں۔ دوسرا یہ کہ کچھ غلط اختلاف درج ہو گئے ہیں اور تیسرا "ح" کے حوالے سے درج ہونے یا نہ ہونے والے اختلاف خاصے محلِ نظر ہیں۔ ذیل میں "اختلاف نسخ" کے ان تین طرح کے اشکال کو اسی ترتیب کے ساتھ مثالوں سے ثابت کیا جاتا ہے۔

(ا) **نسخۂ عرشی کے محذوف اختلاف نسخ:** ڈاکٹر گیان چند کا نسخۂ عرشی کے بارے میں ارشاد ہے کہ:

> "اس کا اختلاف نسخ کا باب اتنا جامع ہے کہ اس کی مدد سے غالب کے تمام اہم خطی اور مطبوعہ مجموعوں کے مشمولات کے ایک ایک لفظ کا پتا چل جاتا ہے"۔ (رموز غالب، ص: ۴۰۸)

اس بات میں تو کچھ شبہ نہیں کہ نسخۂ عرشی کے اختلاف نسخ "اہل تحقیق کی جنت ہیں"

Scanned by CamScanner

جو حد سے بہت روشنی ملتی ہے۔ لیکن ڈاکٹر گیان چند کے اس بیان سے اختلاف کی گنجائش ہے۔
کہ نسخۂ عرشی طبع اول کی نسبت طبع ثانی کے اختلاف نسخ زیادہ جامع ہیں۔ طبع ثانی میں مولانا عرشی
نے جو نئے مآخذ استعمال کیے ان کے اختلاف تو اضافہ ہونے ہی تھے لیکن ایسے مآخذ جو طبع اول
میں ان کے ذیل نظر تھے، مگر وہاں ان کے مکمل اختلاف ظاہر نہ ہو سکے تھے لیکن طبع ثانی میں
جہاں تک ان کا بھی احاطہ کر لیا ہے (اس مقالے کے چوتھے باب میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے)
اس کے باوجود نسخۂ عرشی طبع اول یا طبع ثانی میں سے کسی کے ''اختلاف نسخ'' کے بارے میں یہ
کہنا کہ ''اس کی مدد سے غالب کے تمام اہم قلمی اور مطبوعہ مجموعوں کے متداولات کے ایک ایک
لفظ کا پتا چل جاتا ہے''۔ خلاف واقعہ ہے۔

ذیل میں نسخۂ عرشی کے محذوف اختلاف نسخ درج کیے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہو سکے گا کہ نسخۂ عرشی سے دیوان کے مجموعوں کے ''ایک ایک لفظ کا پتا'' نہیں چل سکتا۔ ان کے اندراج سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس ذیل میں صرف وہ اختلاف لیے ہیں جو اہم ہیں، ان کے علاوہ، الفاظ پر نقطے یا گاف کا مرکز (کشش) لگنے سے رہ جانے والے الفاظ اور ہائے مختفی (ہ) پر ختم ہونے والے الفاظ (جو صرف صورت میں بھی اسی طرح ہیں اور ان میں سے بعض کو نسخۂ عرشی میں درج بھی کیا ہے) کو یہاں درج نہیں کیا جا رہا۔ محذوف اختلاف درج کرتے ہوئے مآخذ کی علامتیں وہی رکھی ہیں جو نسخۂ عرشی میں ہیں (اور جن کی وضاحت دیباچے میں بھی کی جا چکی ہے) نیز نسخۂ عرشی کے حصہ ''یادگار نالہ'' میں ایک قصیدے کا مشترک مآخذ ''الہلال'' اخبار بھی ہے اور مولانا عرشی نے اختلاف میں اسے بھی رکھا ہے۔ اس میں سے جو اختلاف محذوف رہ گئے انہیں بھی درج کیا ہے۔ ''الہلال'' کا مکمل حوالہ یہ ہے: ہفت روزہ ''الہلال'' کلکتہ، جلد: ۴، شمارہ: ۲۴، ۱۷ جون ۱۹۱۴ء (عکسی اشاعت، الہلال اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۱ء) ص: ۴۶۳۔ ذیل کے محذوف اختلاف دیتے ہوئے ''استدراک'' کو بھی دیکھ لیا گیا ہے۔ ان اختلاف میں سے جن پر یہ نشان (+) لگا ہے وہ نسخۂ عرشی میں ہیں لیکن کسی دوسرے

[illegible]

[illegible] عرشی کے مطبوعہ اختلاف نسخ [illegible]

	نسخۂ عرشی	مطبوعہ اختلاف نسخ
۱۴:۴	[illegible]	[illegible] مطبوعہ ظاہر کیا ہے۔
۱۹:۳،الف	[illegible]	[illegible]
۲۹:۱۲،ب	[illegible]	[illegible]
۹۰:۵	[illegible]	[illegible] لکھا ہے۔
۱۳۲:۵،الف	کیوں اسے [illegible]	م، [illegible] (سہو کاتب)
۱۳۸:۳،الف	[illegible]	م، ح، [illegible] ہے
۱۳۹:۱۲،ب	یک طرف [illegible]	[illegible]
۱۳۹:۱۵،الف	دیدہ تا دل، اسد، آئینۂ یک پرتو شوق	ما، اثر، (بجائے اسد)
۱۵۰:۸،ب	وصل، آئینۂ خواب گران شیریں	ق، وصل سازگر [illegible] خواب شیریں
۱۵۱:۲،الف	جلوہ پرداز ہو، نقش قدم اس کا، جس جا	ق، ح، جلوہ تحریر
۱۶۰:۵،الف	شمار سبحہ، مرغوب بت مشکل پسند آیا	م، ح
۱۶۱:۳	جز قیس، اور کوئی نہ آیا بروئے کار	مرتب ح نے اسے غیر مطبوعہ ظاہر کیا ہے۔
۱۶۱:۸	تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن، اسد	مرتب ح نے اسے بھی غیر مطبوعہ ظاہر کیا ہے۔

Scanned by CamScanner

[illegible]	ہم سے ... [illegible]	[illegible]
۱۶۵:[illegible]	دل، مگر، نگہِ خیال سے [illegible] کی	ما، [illegible]
۱۶۵:۲، الف	مرغِ نفس، جادہ سرِ منزل [illegible]	ج، جادہ سرِ منزل
۱۶۵:۳، ب	[illegible] شور [illegible]	م، [illegible] شور
۱۶۵:۴، الف	پھر دی [illegible]	
۱۶۶:۱		مد میں اس شعر کے درمیان میں ''قطعہ'' لکھا ہے۔
۱۶۶:۱، الف	وہاں [illegible] بیچارہ ہو [illegible] رسوائی	م، بیچارہ
۱۶۶:۳	شب، خمارِ شوقِ ساقی رستخیز انداز تھا	مد، صفحہ ۲۵ پر اس غزل کے اختتام پر، اگلے صفحے سے اسی غزل، دوست غم خواری (ج)، کے لیے لفظ ''مطلع'' لکھا ہے۔
۱۶۶:۸، ب	راز مکتوب، بے ربطی عنواں سمجھا	ج، بے
۱۷۰:۹، الف	گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی	م، چاہی ہی
۱۷۳:۱	عشرتِ قتلگہِ اہلِ تمنا مت پوچھ	ما میں اس کے بعد ترتیبِ اشعار یہ ہے: کی میرے قتل، لے گئے خاک، عشرتِ پارۂ دل
۱۷۳:۷، الف	زہرہ، گر ایسا ہی شامِ ہجر میں ہوتا ہے آب	م، زہر (سہوِ کاتب)
۱۷۳:۷، ب	پرتوِ مہتاب، سیلِ خانماں ہو جائے گا	م۔ جانماں
۱۷۵:۴، ب	کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا	ما، دحشت (سہوِ کاتب)
۱۷۶:۳	زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی	ج میں یہ شعر نمبر ۵ کے بعد ہے
۱۷۷:۳، ب	آتشکدہ، جاگیرِ سمندر نہ ہوا تھا	ما، آتشکدہ (سہوِ کاتب)

Scanned by CamScanner

[illegible]	[illegible]	ما، [illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ ترے جلوے نے	ما، [illegible]
۔۔۔۱۸:۱۱، الف	[illegible]	م، [illegible]
۔۔۔۱۸:۲	[illegible]	ع میں اس کے بعد یہ شعر بھی [illegible]
۔۔۔۱۹:۹، الف	آمدِ خط سے ہوا ہے سرد جو بازارِ دوست	ما، سرد ہوا (سہو کاتب)
۔۔۔۱۹:۱، الف	اے دلِ ناعاقبت اندیش، ضبطِ شوق کر	ما، دل (سہو کاتب) ع اور [illegible] میں اس شعر کی ابتدائی شکل یہ ہے: اے عدوئے مصلحت چندے بضبط افسردہ رہ / کردنی ہے جمع تابِ شوخیِ دیدارِ دوست
۔۔۔۱۹:۵، الف	[illegible] گئیں بکھرے ہوئے بکھرے، آنکھیں صاحب	م، [illegible]
۔۔۔۱۹:۸، الف	اے عافیت، کنارہ کر، اے انتظام چل	م، حال
۔۔۔۱۹:۷، ب	بروئے سبزہ، کبابِ دلِ سمندر کھینچ	م، بروئے سبز
۔۔۔۲۱:۳، الف	زبانِ اہلِ زباں میں ہے مرگ، خاموشی	م، زیاں
۔۔۔۲۱:۵، ب	گردِ ساحل، ہے بہ زخمِ موجۂ دریا نمک	مد، ساحل (سہو کاتب)
۔۔۔۲۱:۶، ب	یاد کرتا ہے مجھے، دیکھے ہے وہ جس جا نمک	م، نمکدانما (سہو کاتب)
۔۔۔۲۱:۷، ب	بے اختیار دوڑے ہے گل در قفائے گل	ع، در قفائے (سہو کاتب)
۔۔۔۲۷:۲، الف	پرسشِ طرزِ دلبری کیجیے کیا؟ کہ بن کہے	ما، پرشش
۔۔۔۲۱:۱، الف	جو یہ کہے کہ "ریختہ کیونکے ہو رشکِ فارسی"؟	ما، ع، کیوں کہ

۲۲۶: ۹، ب	[illegible] کے گھر کی ہواؤں کے دل میں بھی	ما، [illegible] کے
۲۳۰: ۶، الف	گل سے کرتی ہے اثبات [illegible]، کو کہا	ما، کرتی ہیں
۲۳۸: ۶، الف	قید میں یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر	ج، یعقوب (سہو کاتب)
۲۳۸: ۱	شب کو کسی کے خواب میں آیا نہ ہو کہیں	ما میں یہ شعر اس غزل کے درمیان والے حاشیے پر مقطع سے شروع ہو کر اوپر کی طرف عنوان "غزل" تک لکھا گیا ہے۔ جس کا خط اس ایڈیشن کے کاتب سے صاف اور مختلف ہے۔ شاید غالب نے تصحیح کے وقت لکھا ہو۔ الف، کو
۲۷۱: ۵، ب	مرا سر رنج بالیں ہے مرا تن بار بستر ہے	ما، سراسر رنج
۲۸۸: ۵، الف	نسیہ و نقد دو عالم کی حقیقت معلوم	ما، "معلوم" سے پہلے بھی "ی" (سہو کاتب)
۲۹۶: ۴، الف	غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے	ما، اشک ہے
۳۰۱: ۳، ب	جانتا ہے جو پر سشہائے پنہانی مجھے	ما، پرششہائے
۳۰۵: ۵، الف	دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا	ما، "اس" کے بعد "نے" حذف ہے
۳۳۹: ۸، الف	ہم اور فسردن، اے تجلی، افسوس!	م، فردن (سہو کاتب)
۳۴۲: ۳، ب	خس خانہ و برفاب کہاں سے لاؤں؟	ج، مد، برف آب
۳۸۴: ۱، الف	حق گوے و حق پرست و حق اندیش و حق شناس	الہلال، حق گو و حق پرست

Scanned by CamScanner

۳۸۵۰، ۲ ب	[illegible] میں [illegible] سے اہتمام	اضافی [illegible] میں
۳۸۵، ۱۲ الف	جو واں نہ [illegible] دو کھنچا ہے حضور کو	اضافی [illegible]

مولانا عرشی نے نسخۂ عرشی طبع ثانی میں ۲۱ مآخذ سے استفادہ کیا تھا۔ ان اکیس میں سے میرے سامنے صرف سات مآخذ ہیں جن کے تقابل سے نسخۂ عرشی سے متعلق بالا محولہ اختلافِ نسخ ظاہر ہوئے۔ بقیہ ۱۴ مآخذ کے حوالے سے مذکورہ اختلافِ نسخ کے بارے میں فی الوقت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

نسخۂ عرشی کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد فروری ۱۹۸۸ء میں کالی داس گپتا رضا کا مرتبہ دیوانِ غالب (کامل) پہلی بار شائع ہوا۔ گپتا رضا نے "نسخۂ رضا" کی ترتیب میں "اختلافِ نسخ" کے حوالے سے نسخۂ عرشی پر بھروسا کر لیا اور اس میں کہیں بھی اختلاف نہ دیے۔ مقدمے میں وہ اختلافِ نسخ کے حوالے سے نسخۂ عرشی کی طرف رجوع کرنے کو کہتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "نسخۂ رضا" میں:

> "اختلافِ نسخ کو کہیں بھی واضح نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کام نسخۂ عرشی میں احسن طریقے سے انجام دیا گیا ہے۔ اس لیے میری درخواست ہے کہ کہیں شبہ ہو تو "دیوانِ غالب" "نسخۂ عرشی سے رجوع کیا جائے"۔ [1]

گپتا رضا نے "نسخۂ رضا" کے آخری ترمیم و اضافہ شدہ ایڈیشن (۱۹۹۵ء) میں بھی اختلافِ نسخ کے حوالے سے نسخۂ عرشی کی طرف رجوع کرنے کے لیے کہا ہے (ص:۱۰)۔ بس بیاضِ غالب بخطِ غالب کے اختلاف (جو نسخۂ عرشی کے اختلاف کے ساتھ درج نہ ہو سکے تھے اور "استدراک" میں آئے) کو اضافہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ کسی نسخے کا اختلاف نہیں دیا گویا نسخۂ عرشی پر بھروسا کیا۔ غرض یہ کہ ڈاکٹر گیان چند اور گپتا رضا نے بغیر تحقیق کے نسخۂ عرشی پر بھروسا کیا جو غلط نتیجے کا باعث بنا۔

Scanned by CamScanner

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
	[illegible]		
۲: ۹، الف	جوشِ بیداد و تغافل سے ہوئی عریاں آخر	ق: پہلے "بیدادِ تغافل"۔ غالب نے اس پر "ن" بنا کر حاشیے میں اصلاح کی ہے، مگر مرتب نے اسے ظاہر نہیں کیا۔	["قا" میں پہلے "جوشِ بیداد و تغافل" کی جگہ "بیدادِ تغافل" تھا۔ - ق، ص: ۲۹۵]
۲۲: ۳، الف	نفس، حیرت پرستِ طرزِ ناگیرائیِ مژگاں	قا: ناگیرائی	[قا: طرزِ ناگیرائی]
۵۰: ۳، الف	دھوئیں سے آگ کے اک ابرِ دریا بار ہو پیدا	قا: "دشوی" (سہوِ کاتب) اور حاشیے میں لکھا ہے "نسخۂ حمیدیہ والوں نے "دشوی" (سہوِ کاتب) کو "دھوئیں" سے بدل دیا ہے"	[قا میں ایسا کوئی حاشیہ نہیں آ سکتا۔ یہ حاشیہ "کط" میں ہو گا]
۱۶۰: ۳، الف	بسکہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیرِ پا	قا میں یہ مصرع شعر نمبر ۲ کا ہے۔ غالب نے اسے یہاں قلم زد کیے بغیر دوسرے مصرعے کے لیے ایک با تخلص مصرع بہم پہنچا کر پورے شعر کو غزل کے آخر میں حاشیے پر لکھ دیا ہے۔	[یہ با تخلص مصرع قا میں اس غزل کے آخر میں حاشیے پر غالب کے قلم کا اضافہ نہیں ہے؟]

Scanned by CamScanner

۱۶۱: ۴، الف	آشفتگی نے نقش سویدا کیا درست	ق، قا، جز قیس اور کوئی نہ ملا عرصہ تپش	[قا، تپش]
۱۶۶: ۳، ب	بخوں غلطیدۂ صد رنگ دعویٰ پارسائی کا	سب کے علاوہ، غلطیدہ	[ما میں درست طور پر "غلطیدۂ" ہی ہے]
۱۶۹: ۵، الف	فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اس کو یاد اسد	ح، تجھکو یاد	[ح میں درست طور پر "اس کو یاد" ہے]
۱۶۹: ۲، الف	ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب	مد کے علاوہ، قطرہ	[ما، درست طور پر، قطرے]
۱۷۵: ۱، الف	دل مرا سوز نہاں سے بے محابا جل گیا	ق، قا، اف، نہ کی گو سوز دل سے	[قا، سوز غم سے]
۱۷۶: ۵	پھر ترے کوچے کو جاتا ہے خیال	یہ شعر ق کے حاشیے کا ہے، مگر مرتب ح نے اس کا ذکر نہیں کیا۔	["یہ شعر قلمی دیوان کے حاشیے پر درج ہے"۔ ح، ص: ۲۴]
۱۸۰: ۳، ب	یاں ورنہ جو حجاب ہے، پردہ ہے ساز کا	ما، پردا	[ما، درست طور پر، پردہ]
۱۸۱: ۶، الف	ہے اب اس معمورے میں قحطِ غمِ الفت اسد	مد کے علاوہ معمورہ	[لیکن مج، معموزہ، (سہو کاتب)]
۱۸۲: ۱۱، الف	کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوے نے	مد کے علاوہ، جلوہ	[مگر ما میں درست طور پر، جلوے۔]

Scanned by CamScanner

۱۹۰: ۷	پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موجِ شراب	یہ غزل ق کے حاشیے میں مندرج ہے، مگر مرتب ح نے اس کا ذکر نہیں کیا۔	["پوری مرقومہ غزل "پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب" قلمی نسخے کے حاشیے پر غالباً غالب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی موجود ہے"۔ ح، ص: ۵۳]
۱۹۵: ۲، الف	نغمے کے پردے میں ہے جو تماشائے دماغ	مد کے علاوہ، پردہ	[م، ح میں درست طور پر "پردے" ہی ہے]
۲۱۱: ۷، ب	شگفتگی، ہے شہیدِ گلِ خزانیِ شمع	م، خرابیِ شمع	[م، خرابیِ شمع، (سہو کاتب)]
۲۱۵: ۷، الف	تیرے ہی جلوے کا ہے یہ دھوکا کہ آج تک	مد کے علاوہ، جلوہ	[ما، درست طور پر، جلوے]
۲۱۸: ۶، ب	ورنہ ہم چھیڑیں گے رکھ کے عذرِ مستی ایک دن	ما، ہستی (سہو کاتب)	[حالانکہ ما میں درست طور پر "مستی" ہی ہے۔]
۲۲۳: ۴، الف	دل لگا کر، لگ گیا اُن کو بھی تنہا بیٹھنا	ح، ان کو (سہو کاتب)	[ح میں اور نسخۂ عرشی کے متن میں دونوں جگہ "اُن کو" ہی ہے۔]

Scanned by CamScanner

۲۳۰: ۸، الف	یک تمکیں کی ادا پر بیٹھی کیوں ہے؟	ج، تمکیں (سہو کاتب)	[حالانکہ ج میں بھی درست طور پر "تمکیں" ہی ہے۔]
۲۳۵: ۴، ب	لاکھوں بناؤ، ایک بگڑنا عتاب میں	ما، بیا (سہو کاتب)	[ما، درست طور پر "بناؤ"]
۲۳۶: ۹، الف	چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ	ج، ہر ایک	[ج: "ہر اک" ہی ہے۔]
۲۳۸: ۵، الف	تھمیں بہت لطف کرو ہو جن کو پردے میں نہاں	ج کے علاوہ، پردہ	[لیکن ج میں درست طور پر "پردے" ہی ہے۔]
۲۷۳: ۸، الف	دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے	ما، آپ ہی	[ما، درست طور پر، "آپ بھی"۔]
۲۹۴: ۱، ب	کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے	ما، کھیچتا - کھچے	[مگر ما میں درست طور پر یہ دونوں "ن" کے ساتھ "کھینچتا" اور "کھنچتا" ہیں۔]

ج نسخۂ عرشی طبع ثانی میں "ح" (نسخۂ حمیدیہ ۱۹۲۱ء) کے حوالے سے محذوف اختلافِ نسخ:

	نسخۂ عرشی	ح کے محذوف اختلاف
۲:۱۶۱، الف	ہوائے سیرِ گل، آئینۂ بےمہریِ قاتل	ح، حجاب سیر گل
۲:۱۶۱، ب	کہ اندازِ بخوں غلتیدنِ بسمل پسند آیا	ح، غلطیدنِ

Scanned by CamScanner

۱۵۹، ۳، الف	بوقیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار	ح، اور کوئی نہ ملا عرصۂ تپش
۱۵۹، ۴، الف	آشفتگی نے نقشِ سویدا کیا درست	ح، کیا ہے عرض
۱۶۱، ۵، ب	جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ سود تھا	ح، مژگاں جو وا ہوئی
۱۶۲، ۶، الف	شورِ پندِ ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا	ح، نمک باندھا
۱۶۳، ۳، الف	تھی نو آموزِ فنا ہمتِ دشوار پسند	ح، دشواری شوق
۱۶۳، ۹، الف	مر گیا صدمۂ یک جنبشِ لب سے غالبؔ	ح، مر گیا صدمۂ آواز سے قُم کی غالبؔ
۱۶۹، ۱، الف	غمِ فراق میں تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو	ح، سیرِ گل مت دو
۱۶۹، ۷، الف	اب میں ہوں اور ماتمِ یک شہرِ آرزو	ح، اور خونِ دو عالم معاملہ
۱۶۹، ۹، الف	موجِ سرابِ دشتِ وفا نہ پوچھ حال	ح، کا بیاں نہ پوچھ
۱۷۰، ۶، ب	اس کی خطا نہیں ہے یہ میرا قصور تھا	ح، ہاں اس معاملے میں تو
۱۷۱، ۵، الف	جاں در ہوائے یک نگہِ گرم ہے اسدؔ	ح، نفسِ گرم
۱۷۲، ۶، الف	ہے خونِ دل ہے چشم میں موجِ نگہ غبار	ح، چشمِ جنوں میں نگہ غبار
۱۷۲، ۷، الف	باغِ شگفتہ، تیرا بساطِ نشاطِ دل	ح، ہوائے دل
۱۷۳، ۲، الف	گر نہ اندوہِ شبِ فرقت بیاں ہو جائیگا	ح، گر نہ احوالِ شب
۱۷۴، ۱، الف	لے تو لوں سوتے میں اس کے پانو کا بوسہ مگر	ح، بوسہ ہائے پا مگر
۱۷۴، ۸، ب	خطِ جامِ مے سراسر رشتۂ گوہر ہوا	ح، جامِ بادہ یکسر

یہ سب، نسخۂ عرشی کے حصّہ "نوائے سروش" کی ردیف الف کی چند ابتدائی غزلوں سے لیے گئے ہیں ورنہ یہ بہت کثرت سے ہیں۔

"ح" کے حوالے سے مندرجہ بالا تمام اختلاف، نسخۂ عرشی میں درج ہیں لیکن وہاں حوالہ صرف "ق" کا ہے۔ اس کے ساتھ "ح" کو بھی درج کرنا چاہیے تھا کیونکہ ایسے متعد

اختلاف کو "ق" اور "ح" دونوں کے حوالے سے درج بھی کیا ہوا ہے تو پھر ان کے ساتھ "ح" کا ذکر نہ کرنا، مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ جبکہ نسخۂ عرشی طبع اوّل میں، ان میں سے بعض کے اندراج میں "ق" کے ساتھ "ح" کا حوالہ بھی ہے۔ اس صورت میں طبع ثانی میں ان اختلاف کو درج کرتے ہوئے صرف "ق" حوالہ دینے اور "ح" کا نہ دینے سے خواہ مخواہ یہ گمان گزرتا ہے کہ "ح" سے استفادہ کیا گیا ہے لیکن اس کا حوالہ نہ دے کر اور صرف "ق" کا حوالہ دے "ق" کے مندرجات سے مکمل آگاہی کا دعویٰ کیا جا رہا ہے۔

نسخۂ عرشی طبع ثانی کا ایک دوسرے پہلو سے جائزہ لیں تو "ح" کے حوالے سے مرتب نسخۂ عرشی کے بارے میں، یہ گمان، یقین میں بدلتا نظر آتا ہے۔ مثلاً نسخۂ عرشی طبع اوّل کے "گنجینۂ معنی" میں "ق" اور "قا" کے مشترک کلام میں سے، بنیادی متن کے طور پر "ق" کے متن کو قبول کیا ہے (جو بڑی حد تک "ح" کے بھی مطابق ہے) اور "قا" کے اختلاف درج کیے ہیں۔ نسخۂ عرشی طبع ثانی کے "گنجینے" کا بنیادی متن "قا" کے متن کو رکھا ہے۔ ظاہر ہے "قا" کا متن جہاں "ق" کے مطابق نہیں ہے وہاں "ق" کا اختلاف درج کیا جائے گا۔ لیکن طبع ثانی کے "گنجینے" کے اختلاف نسخ کو دیکھیں تو وہ الفاظ جو طبع اوّل میں "ق" کے حوالے سے متن میں رکھے تھے، اب وہ "اختلاف نسخ" میں "ح" کے حوالے سے سہو کاتب قرار دیے جا رہے ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اگر اب یہ تعین ہوا ہے کہ یہ سہو ہے تو "ق" کے کاتب کا ہونا چاہیے نہ کہ "ح" کے مرتب کا۔ طبع ثانی کا متن اگر "قا" کو قرار دیا ہے تو طبع اوّل میں جب یہ "ق" کا تھا تو اب اختلاف نسخ میں "ق" ہی کے حوالے سے اسے درج کرنا چاہیے خواہ وہ متن کا اختلاف ہے یا سہو کاتب۔ صرف چند مثالیں ملاحظہ ہوں، بات خود بخود واضح ہو جائے گی:

نسخۂ عرشی طبع اوّل: ۱۲:۳، ب	نشۂ جلوۂ گل، بر سرِ ہم فتنہ عیار	
نسخۂ عرشی طبع ثانی: ۱۲:۳، ب	نشۂ جلوۂ گل، بر سرِ ہم فتنہ غبار	ح، عیار (سہو کاتب)
نسخۂ عرشی طبع اوّل: ۱۰:۸، ب	پر پرواز، مری بزم میں ہے خنجرِ کیں	

Scanned by CamScanner

نسخۂ عرشی طبع ثانی ۸۰۳ ب	یہ پروانہ مری بزم میں ہے نظر کہیں	ح: پروانہ (سہوِ کاتب)
نسخۂ عرشی طبع اوّل ۹۰۳ ب	اُس کے جلووں میں نظر آتے ہیں روشن دیں	
نسخۂ عرشی طبع ثانی ۹۰۶ ب	اُس کے جلووں میں نظر آتے ہیں روشن زیبا	ح: دیں (سہوِ کاتب)
نسخۂ عرشی طبع اوّل ۹۰۳ الف	اُس کی شوخی سے، بہ صرت کدۂ نقشِ خیال	
نسخۂ عرشی طبع ثانی ۹۰۷ الف	اُس کی شوخی سے، بہ حیرت کدۂ نقشِ خیال	ح: بہ صرت کدۂ (سہوِ کاتب)

ایسی مثالیں صرف یہی نہیں ہیں۔ نسخۂ عرشی طبع ثانی کے گنجینے میں "قا" کے متن کو "ق" کی نسبت ترقی یافتہ ہونے کی صورت میں، متن میں درج کیا اور جہاں یہ متن "ق" کے مطابق نہیں اس میں سے تقریباً اسّی فی صد کو "ح" کا سہو قرار دے دیا گیا ہے، اور جو الفاظ سہوِ کاتب نہیں بلکہ متن کا اختلاف تھا اُس صورت میں انہیں اختلاف میں لیتے ہوئے "ق" کا حوالہ دیا ہے (جس کی مثالیں اس سے پہلے "ح" کے مخلاف اختلافِ نسخ کے تحت آ چکی ہیں) یعنی اگر متن کا اختلاف ہے تو اُسے "ق" کے حوالے سے درج کیا ہے اور اگر سہوِ کاتب ہے تو اُسے مرتب "ح" کے سر ڈال دیا ہے۔

نسخۂ عرشی میں اختیار کیے جانے والے املا کے بارے میں، مولانا عرشی نے کسی ایک جگہ، املا کی جملہ تفصیلات درج نہیں کیں جس طرح کہ "مکاتیبِ غالب" کے مقدمے میں املائے غالب کا باب ہے۔ اس نوعیت کی کچھ معلومات، نسخۂ عرشی کے مقدمے اور کچھ "حواشی و اختلافِ نسخ" میں بکھری پڑی ہیں جنہیں تلاشِ بسیار کے بعد ہی دیکھا جا سکتا ہے پھر بھی وہ مکتفی نہیں ہوتیں۔ املائے غالب یا نسخۂ عرشی میں اپنائے جانے والے املا کے بارے میں مختلف مقامات پر بکھری ہوئی ان معلومات کو یک جا کر لیا جائے تب بھی اس سلسلے میں الجھنیں باقی رہ جاتی ہے۔ نسخۂ عرشی کے مقدمے میں ایک حصہ ایسا ہونا چاہیے تھا کہ جس میں غالب کے املا، مروجہ املا اور پھر نسخۂ عرشی میں اپنائے جانے والے املا کے بارے میں تفصیلات آ جاتیں۔

دلچسپ بات ہے کہ "املا اور رسم الخط" کے عنوان سے کچھ وضاحت ہے جو ناکافی ہے۔ اس کی کمی کو پورا کرنے کے لیے اگر "مکاتیبِ غالب" کے مقدمے کی طرف رجوع کیا جائے تو بھی کچھ مسائل حل طلب رہ جاتے ہیں۔ مثلاً "مکاتیبِ غالب" میں غالب کے کئی الفاظ کو [illegible] لکھنے کی تاکید ہے لیکن نسخۂ عرشی میں اس کے خلاف لکھا ہوا ملتا ہے، بلکہ بعض الفاظ کو "[illegible]" [illegible] میں بھی احاطہ نہیں ہو سکا۔

نسخۂ عرشی طبع ثانی میں املا کی دو رنگی کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

۲۱۲، ۲، ب   کیا مزہ ہوتا، اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک

۲۲۷، ۲، الف   غالب، مرے کلام میں کیونکر مزا نہ ہو؟

ان دو مختلف مصرعوں میں ایک جگہ لفظ "مزہ" اور دوسری جگہ "مزا" آیا ہے۔ نسخۂ عرشی کے مقدمے، حواشی، اختلافِ نسخ، استدراک، یا صحت نامہ میں کہیں یہ وضاحت نہیں کہ اس لفظ کی یہ دو صورتیں کیوں رکھی گئی ہیں۔

نسخۂ عرشی طبع اول کی نسبت طبع ثانی میں، املا کی دو رنگی کی مثالیں کم ہیں، لیکن ہیں ضرور۔ ذیل کے صفحات میں انہیں کا جائزہ لینا مقصود ہے۔ رشید حسن خاں نے اپنی کتاب "املائے غالب" (کراچی، ۲۰۰۰ء) میں بڑی تفصیل کے ساتھ، غالب کے پسندیدہ املا کا احاطہ اور تجزیہ پیش کیا ہے۔ انہوں نے غالب کے املا کے تعین کے لیے غالب کی اپنی تحریروں یا ان کے عکس کو ہی معتبر سمجھا اور ان کی بنیاد پر، غالب کے کلام نظم ونثر کی تدوین میں جہاں اس کے خلاف چلا گیا ہے، اُن کا بھی احاطہ کیا ہے۔ اس ذیل میں انہوں نے نسخۂ عرشی طبع اول کو سامنے رکھ کر بھی املا کی دو رنگی کی بہت سی مثالیں پیش کی ہیں اور جہاں نسخۂ عرشی غالب کے املا کے خلاف ہے اس کا بھی احاطہ کیا ہے۔ یہاں نسخۂ عرشی کے املا کا جائزہ لیتے ہوئے رشید حسن خاں کی کتاب "املائے غالب" سے بھی مدد لی گئی ہے لیکن جہاں ان کے مشاہدات یہ معروضات کے برعکس ہیں وہاں دلائل کے ساتھ اختلاف کا سبب بیان کرنے کی کوشش کی

گئی ہے۔

نسخۂ عرشی طبع اول کے املا سے رشید حسن خاں کو اختلاف کی زیادہ گنجائش دو سبب سے ہوئی ہے۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے نسخۂ عرشی میں اپنائے جانے والے املا کے بارے میں، مولانا عرشی کی ایک وضاحت کو نظر انداز کرتے ہوئے اصول تدوین کی پابندی کرنے کو زیادہ ضروری سمجھا ہے۔ دوسرا یہ کہ انہوں نے طبع ثانی کی نسبت طبع اول کو سامنے رکھا ہے جس میں املا کے اشکال زیادہ ہیں۔ رشید حسن خاں چونکہ منشائے مصنف کے مطابق تدوین کرنے اور کروانے کے قائل ہیں اس لحاظ سے، وہ املا بھی مصنف کی منشا کے مطابق رکھنے کو کہتے ہیں، جو اصول تدوین کے بھی مطابق ہے۔ غالب چونکہ بعض الفاظ کے املا کے بارے میں اپنی منفرد رائے رکھتے تھے اور اپنی تحریروں میں بھی اس کی پابندی کرتے تھے۔ اس لیے، جس طرح اصول تدوین کے مطابق متن کو منشائے مصنف کے مطابق پیش کرنا ہوتا ہے اس طرح املا کو بھی مصنف (خصوصاً غالب) کے منشا کے مطابق درج کرنا چاہیے۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو نسخۂ عرشی طبع اول یا طبع ثانی دونوں میں غالب کے املا کی مکمل پیروی نہیں کی گئی جو اصول تدوین کے خلاف ہے۔

نسخۂ عرشی میں تین طرح کے املا ملتے ہیں:

(ا) غالب کے املا کی پیروی:

نسخۂ عرشی میں جن الفاظ کے سلسلے میں املائے غالب کی پیروی کی گئی ہے وہ تقریباً یہ ہیں: نقہ (طبع اول میں بغیر تشدید شین اور ہ پر ہمزہ کے اضافے سے تھا) پانو، (بجائے پاؤں) ،خرج (بجائے خرچ) خرشید (بجائے خورشید)، لمبر (بجائے نمبر)۔ ان کے علاوہ غالب فارسی وار دو الفاظ میں "ذ" لکھنا غلط قرار دیتے تھے اور اس کی جگہ "ز" لکھتے تھے۔ مثلاً زرا، گزر، رہگور، گزارش وغیرہ نسخۂ عرشی میں یہ اور ان جیسے دیگر الفاظ غالب کے منشا کے مطابق ہی درج ہیں۔ "ذ" کی طرح غالب فارسی الفاظ میں "ط" کو غلط قرار دیتے تھے۔ نسخۂ عرشی میں ان میں سے

Scanned by CamScanner

"گلشیدن" اور "کھودن" کو ہر جگہ "ت" کے ساتھ لکھا ہے۔ ہائے مختفی پر ختم ہونے والے الفاظ کو محرف صورت میں، غالب "ے" کے ساتھ لکھتے تھے مثلاً رتبہ کو رتبے، کوچہ کو کوچے، زمانہ کو زمانے وغیرہ۔ نسخۂ عرشی میں اس کی بطور خاص پابندی کی گئی ہے اور ان کو املائے غالب کے مطابق لکھا گیا ہے۔

غالب کے املا کی پیروی کی یہ مثالیں تو وہ تھیں جن پر غالب اصرار کرتے تھے اور اس وقت یا آج بھی ان الفاظ کا یہ املا مروّج نہیں ہے۔ اب کچھ ایسے الفاظ ملاحظہ ہوں جو غالب اور مروّج املا دونوں کے مطابق ہیں۔ مثلاً آرائش، نمائش، فرمائش، آزمائش، ستائش وغیرہ ...... بادشاہ، پردہ، گلہ (پانچ مصرعوں ۱۸۳، ۹ ب، ۱۸۴، ۱ ب، ۲۹۲، ۲ ب، ۳۱۹، ۹ ب، اور ۳۲۳، ۳ ب، میں قافیے کی مجبوری سے "گلا" آیا ہے) ...... حاصل، حاجت، جرأت (بغیر الف پر ہمزہ) ...... تماشا، تقاضا، تماشا، معما ...... مجھ، مجھے، تجھ، تجھے ...... پے، لے، دے (طبع اول میں مولانا عرشی نے یائے دراز کی بجائے، یائے معروف (ی)) کے ساتھ لکھا تھا لیکن طبع ثانی میں ان اور ان جیسے دیگر الفاظ کو درست طور پر یائے دراز سے لکھا ہے)۔

(ب)۔ غالب کے برعکس مروّج املا و رسم الخط:

غالب: افگندن، شیر افگن ...... نسخۂ عرشی: افگندن، شیر افگن۔

غالب: پچتانا، پچتایا، پچتائے۔ ...... نسخۂ عرشی: پچھتانا، پچھتایا، پچھتائے۔

غالب: تڑپھنا، تڑپھتا، تڑپھا۔ ...... نسخۂ عرشی: تڑپنا، تڑپتا، تڑپا۔

غالب: ٹہرنا، ٹہرو، ٹہرا۔ ...... نسخۂ عرشی: ٹھہرنا، ٹھہرو، ٹھہرا۔

غالب: سونچ، سونچنا، سونچا ...... نسخۂ عرشی: سوچ، سوچنا، سوچا۔

غالب: مجکو، تجکو، مجسے تجسے ...... نسخۂ عرشی: مجھ کو، تجھ کو، مجھ سے، تجھ سے

ان الفاظ میں غالب کے املا اور رسم الخط کا تعین، "مکاتیب غالب" کے مقدمے میں "املائے غالب" سے اور رشید حسن خاں کی کتاب "املائے غالب" سے کیا ہے کہ غالب مندرجہ

بالا الفاظ کو اس طرح لکھتے تھے اور نسخۂ عرشی میں ان کو مروّج صورت میں لکھا گیا ہے۔

نسخۂ عرشی میں پائے جانے والے مندرجہ بالا دو طرح کے املا اصول تدوین کے خلاف ہیں۔ ان میں سے دوسری صورت کو بھی املائے غالب کے مطابق درج کرنا چاہیے تھا، لیکن نسخۂ عرشی کی ترتیب و تدوین میں مولانا عرشی نے جو بات پیش نظر رکھی ہے اسے بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ وہ مقدمے میں "املا اور رسم الخط" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"اس نسخے (نسخۂ عرشی) کی کتابت میں موجودہ اصول اور میرزا صاحب کی پسندیدگی دونوں کا لحاظ رکھا گیا ہے" (مقدمہ، ص ۱۵۹)

یعنی مولانا عرشی نے نسخۂ عرشی کو املا اور رسم الخط کے لحاظ سے موجودہ دور کی مروّج صورتوں کے بھی مطابق رکھنے کی کوشش کی ہے اور غالب کی املائی ترجیحات اور عقائد کا تاثر بھی دینا چاہا ہے۔ اس دوہرے اصول کا مقصد صرف یہ نظر آتا ہے کہ مولانا عرشی نے اسے طبقۂ خاص و عام میں یکساں مقبول کرنے کے لیے ایسا کیا ہے۔

(ج) - نسخۂ عرشی میں املا کی دورنگی کی مثالیں:

نسخۂ عرشی میں املا اور رسم الخط کی مذکورہ بالا دو صورتوں کے علاوہ ایک تیسری صورت، بعض الفاظ میں املا کی دورنگی ہے، جو زیادہ محلِ نظر ہے کیونکہ الفاظ کی یہ صورت، کہیں املائے غالب کے مطابق ہے اور کہیں موجودہ دور کے مطابق اور یہ دورنگی، خود مولانا عرشی کے اختیار کردہ اصول کے بھی خلاف ہے۔ یعنی ایک ہی لفظ مختلف مصرعوں میں، دو صورتوں میں لکھا ملتا ہے۔ اصولاً اسے یا تو غالب کے املا کے مطابق ہونا چاہیے یا پھر مروّج صورت میں۔ ذیل میں نسخۂ عرشی میں سے بعض الفاظ کے املا کی دورنگی کو زیر بحث لاتے ہوئے، رشید حسن خاں کے بھی کچھ مشاہدات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

آئینہ، آئنہ:

نسخۂ عرشی طبع اول میں آنے والے اس لفظ کے بارے میں رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

Scanned by CamScanner

"مقدمۂ مکاتیبِ غالب میں عرشی صاحب نے لکھا ہے "لفظ آئینہ جب فاعلن کے وزن پر آ جاتا ہے، تو اسے "آئینہ" لکھا ہے "آئنہ" نہیں لکھا اور یہی املا ناقم کو لا یا ہے۔ دوسری طرف خود عرشی صاحب نے نسخۂ عرشی میں ہر جگہ "آئنہ" لکھا ہے۔ اس نسخے کے شروع کے دس صفحات کا جو میں نے جائزہ لیا، تو ان میں یہ لفظ گیارہ مصرعوں میں آیا ہے اور ہر جگہ "آئنہ" لکھا ہوا ہے"۔ (املاۓ غالب، ص ۳۳-۳۴)

نسخۂ عرشی طبع اول کے متن کے ان پہلے دس صفحات کا جائزہ لیا گیا تو لفظ "آئنہ" نو بار اور "آئنے" دو بار آیا ہے۔ اسی طرح انہی پہلے دس صفحات میں "آئینہ" گیارہ مرتبہ اور ایک مرتبہ "آئینے" بھی آیا ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ "ہر جگہ آئنہ" ہی لکھا ہے بلکہ گیارہ مرتبہ آئنہ بغیر "ی" کے اور بارہ مرتبہ "آئینہ"، "ی" سے پہلے ہمزہ کے ساتھ آیا ہے۔ اس لفظ کی یہ دونوں صورتیں، نسخۂ عرشی طبع اول اور طبع ثانی، دونوں میں ایک خاص قاعدے کے ساتھ درج ہوئی ہیں ایسا نہیں کہ "ہر جگہ آئنہ" بغیر "ی" کے آیا ہو۔

مولانا عرشی نے اس لفظ کی یہ دونوں صورتیں شعر کے وزن کے لحاظ سے رکھی ہیں یعنی جہاں اس لفظ میں "ی" ساقط ہے، وہاں مولانا عرشی نے اسے بغیر "ی" کے "آئنہ" لکھا ہے اور دوسری صورت میں جب یہ فاعلن کے وزن پر آیا ہے تو "ی" کے ساتھ "آئینہ" لکھا ہے۔ ذیل میں اس لفظ کی دونوں صورتوں کی دو دو مثالیں ملاحظہ ہوں، جو نسخۂ عرشی طبع اول اور طبع ثانی میں ایک جیسی ہیں۔ چونکہ رشید حسن خاں کا اعتراض نسخۂ عرشی طبع اول پر ہے۔ اس لیے ذیل میں یہ مثالیں طبع اول سے دی جا رہی ہیں۔

۳۴ ملف ہوائے سیرِ گل، آئینۂ بے مہریِ قاتل

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

ہوائے سیرِ گل آ ئی ...

[illegible] اچھا [illegible] مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] جوہر آئینہ کو طوطی بسمل باندھا فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

[illegible] [illegible] [illegible] باندھا

[illegible] مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

[illegible] [illegible] [illegible] دار تھا

ان مثالوں اور اس کے علاوہ، اس طرح کی تمام مثالوں کے تعین اور جائزے کے لیے، صغیر افشاں بیگم کی کتاب "غزلیات غالب کا عروضی تجزیہ"[۲۳] سے بھی مدد لی گئی ہے جس میں انہوں نے اس لفظ کی ان دونوں صورتوں کے اس فرق کو ملحوظ رکھا ہے۔

ان الفاظ کی یہ وہی صورتیں ہیں جس طرح لفظ "میری" میں میم کے بعد والی "ی" ساقط ہو تو اسے بغیر پہلی "ی" کے "مری" لکھا جاتا ہے۔ مولانا عرشی نے شعر کے بحر و وزن کے فرق کو ظاہر کرنے اور تقطیع کرنے والے کے لیے آسانی کی خاطر، جو قاعدہ "آئینہ" اور "آئنہ" کے املا میں برقرار رکھا ہے وہ ذیل کے الفاظ میں بھی اپنایا ہے، مثلاً میرا، میری، میرے، تیرا، تیری، تیرے میں، جہاں پہلی "ی" ساقط ہے وہاں ان تمام کو بغیر "ی" کے مرا، مری، مرے اور ترا، تری، ترے لکھا ہے۔ ظاہر ہے مولانا عرشی اگر یہ اہتمام نہ کرتے تو پھر ماہرینِ عروض نے معترض ہونا تھا۔

تراز (طراز):

"تراز" فارسی لفظ "ترازیدن" سے مشتق ہے۔ اس کی معرب صورت "طراز" اردو میں رائج ہے۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں: "مرزا صاحب نے پنج آہنگ میں وضاحتاً لکھا ہے کہ "ترازیدن" کے مشتقات میں ط نہیں لکھنا چاہیے"۔ (املاے غالب، ص: ۶۷)

نسخۂ عرشی میں، اس لفظ کے سلسلے میں، غالب کی اس تاکید کے برعکس، اردو کی مروج

صورت "طراز" وغیرہ میں ہے مثلاً "طوفان طراز شوق خونریزی" (۳۲، ۷، الف)، "رقص طراز[illegible]
طرازی" (۴۸، ۱۲، ب) "طراز دوام" (۱۵۵، ۸، ب) "مدحت طرازی" (۱۵۷، ۱۲، الف) "
چمن طرازی داماں" (۲۹۵، ۹، ب) "شنا طرازی ہے" (۳۸۲، ۱۷، الف) "سحر طرازی" (۴۰،
۷، ب)۔ یہ تمام حوالے نسخۂ عرشی طبع ثانی کے ہیں جن میں مولانا عرشی نے اس لفظ کے مروج
املا کو ملحوظ رکھا ہے لیکن ایک جگہ اس کے برعکس بھی نظر آیا ہے:

۱۷۱، ۸، الف — شوق، ہے ساماں تراز نازشِ اربابِ عجز

اس مصرعے میں "تراز نازش" کا اختلاف نسخ دیتے ہوئے لکھا ہے:

"ق، قا، گل، قا، م، طراز"، یعنی مولانا عرشی نے یہاں ان پانچ نسخوں میں "طراز" پر "تراز" کو ترجیح دی اور اسے متن میں جگہ دی جو غالب کے املا کے مطابق مگر مروج کے برعکس ہے۔ چونکہ اس لفظ کے املا میں، اس ایک کے علاوہ تمام جگہ مروج صورت میں "ط" کے ساتھ لکھا ہے اس لیے، ان کے اس اصول کے مطابق یہاں بھی "طراز" آنا چاہیے تھا یا پھر تمام جگہ غالب کے مطابق ہونا چاہیے تھا۔ نسخۂ عرشی طبع اول میں بھی صرف ایک جگہ اسی مصرعے میں "تراز" ہے باقی تمام جگہ "طراز" ہی ہے۔

دُکان (دوکان):

اس لفظ کے بارے میں رشید حسن خاں، غالب کی وضاحت کے مطابق لکھتے ہیں:

"یہ بات واضح ہو جانا چاہیے کہ یہ لفظ جن شعروں میں بروزنِ مفعول نظم ہوا ہو، اُن اشعار میں اسے اصل کے مطابق مع کافِ مشدّد (دُکّان) لکھا جانا چاہیے۔ "دوکان" نہیں لکھنا چاہیے"۔

(املاے غالب، ص: ۹۰)

Scanned by CamScanner

رشید حسن خاں نے نسخۂ عرشی طبع اول میں سے چار مصرعوں میں اس لفظ کے استعمال کی نشاندہی کی ہے۔ جن میں سے دو جگہ درست طور پر "دُکان" ہی ہے مگر دو مصرعوں میں "دوکان" چھپا ہے۔ نسخۂ عرشی طبع ثانی کے متن میں بھی ان دو مصرعوں میں یہ اسی طرح چھپ گیا ہے

۲۱، ۹، الف   خانماں عاشقاں دوکان آتش باز ہے

۹۷، ۵، ب   اب چار سوئے عشق سے دوکاں اٹھائیے

ان میں سے پہلے مصرعے میں "صحت نامہ" کے تحت "دُکان" بنا لینے کے لیے کہا ہے لیکن دوسرا مصرع متن میں ایسے ہی رہ گیا ہے۔ "صحت نامہ" میں بھی اس کی تصحیح نہیں ہو سکی۔ اسے سہو نظری سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ ایک جگہ "دُکان" بنا لینے کا مطلب یہ ہے کہ دوسری جگہ بھی مرتب اسی طرح چاہتے ہیں۔

کسی (کسو):

دیوان غالب کا تیسرا ایڈیشن ۱۸۶۱ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے کاتب نے تقریباً ہر جگہ "کسی" کو "کسو" لکھا تھا۔ غالب نے اس کے آخر میں "عبارت خاتمہ دیوان" کے تحت لکھا کہ کاتب کی غلطیوں کی اصلاح کر دی ہے مگر:

"ایک لفظ میری منطق کے خلاف، نہ ایک جگہ بلکہ سو جگہ چھاپا گیا ہے۔ کہاں تک بدلتا؟ ناچار یونہی چھوڑ دیا، یعنی، کسو، بکاف مکسور و سین مضموم و واو معروف۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ لفظ صحیح نہیں۔ البتہ فصیح نہیں۔ قافیے کی رعایت سے اگر لکھا جائے، تو عیب نہیں، ورنہ فصیح بلکہ افصح "کسی" ہے، واو کی جگہ یائے تحتانی۔"   (بحوالہ، مقدمہ، ص ۱۳۸)

یعنی پہلے غالب "کسو" ہی لکھا کرتے تھے۔ "مگر بعد میں جدید محاورے کے ماتحت "کسی" بنایا ہے"۔ اس کے علاوہ، نسخۂ عرشی میں، نسخۂ رام پور جدید (۱۸۵۵ء) کے حوالے سے

Scanned by CamScanner

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اس کے علاوہ تمام جگہ "کبھی" ہی لکھا ملتا ہے۔

<u>کیوں کے (کیونکر) اور کیونکہ:</u>

"کیوں کے" اور "کیوں کہ" دو مختلف الفاظ ہیں، معنی کے لحاظ سے بھی اور محلِ استعمال کے لحاظ سے بھی۔ "کیوں کے" مخفف صورت ہے "کیونکر" کی ——— "کیونکہ" مرکب ہے "کیوں" اور "کہ" سے۔ "کیونکہ" کلمۂ بیانیہ ہے اور "کیوں کے" استفہامیہ۔"

(املائے غالب، ص: ۱۱۶)

نسخۂ عرشی میں اکثر ان دونوں الفاظ (کیوں کے (کیونکر) اور کیونکہ) کا فرق ملحوظ رکھا گیا ہے لیکن نسخۂ عرشی طبع اول میں جن مقامات پر اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، رشید حسن خاں۔

… مصرعوں کی تلاش کی ہے۔ طبع دوم میں انھیں تلاش کیا تو [illegible]
[illegible] چھپے ہیں جہاں ان میں "کیونکے" (کیونکر) [illegible] "کیونکہ"
طبع دوم سے یہ پانچ مثالیں ملاحظہ ہوں:

۸۲:۱۲۹، ب — چھپاؤں کیونکہ غالب سوزشیں داغ نمایاں کی

۱۰۹:۷، الف — [illegible] کیونکہ [illegible]

۲۱۸:۱، الف — [illegible] کیونکہ [illegible]

۲۲۴:۲، الف — نہ جانوں کیونکہ [illegible]

۲۲۵:۲، الف — اٹھائے کیونکہ [illegible]

ان میں سے دوسرے اور تیسرے مصرعے میں "صحت نامہ" کے تحت "کیونکہ" کو "کیونکے" میں تبدیل کر لینے کی ہدایت ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ باقی تین سہو درست کر لینے یا کروانے سے رہ گئے ہیں۔ انہیں اغلاط ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن تصحیح کا یہ احساس صرف طبع ثانی میں ہے طبع اوّل میں کہیں مذکور نہیں ہے۔

مزا، مزہ:

رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

"مرزا صاحب کے کلام میں اُن کی تحریر کے مطابق "مزا" ہی لکھا جانا چاہیے۔ عرشی صاحب نے نسخۂ عرشی (طبع اوّل) میں "مزا" ہی لکھا ہے۔" (املائے غالب، ص: ۱۳۲)

رشید حسن خاں نے مثال کے لیے نسخۂ عرشی طبع اوّل میں سے چار اشعار نقل کیے ہیں جن میں "مزا" ہی ہے۔ طبع ثانی میں سے اس لفظ کے استعمال والے ۹ مصرعے تلاش کیے جا سکتے ہیں جن میں سے دو میں "مزہ" (الف کی بجائے ہ کے ساتھ) چھپا ہوا ہے:

۲:۲۱۲، ب — کیا مزہ ہوتا، اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک

Scanned by CamScanner

مزہ تو جب ہے کہ گرتے کو تھام لو ساقی ہم سے

۴۳۰:۱، الف

ان میں سے پہلے مصرعے میں، نسخۂ عرشی طبع اول میں درست طور پر "مزا" ہی لکھا ہے لیکن طبع ثانی میں یہ "مزہ" بن گیا ہے۔ دوسرا مصرع طبع ثانی کا اضافہ ہے۔ جس میں "مزہ" لکھا ہے۔ ان دو کے علاوہ باقی سات مصرعوں (۱۶۲:۱، الف، ۶، ب، ۱۹۳:۲، ب، ۲۴۲:۲، الف، ۳۰۸:۴، ب، ۹، الف، ۳۱۸:۳، الف) میں درست طور پر "مزا" ہی ہے۔ گویا محولہ بالا دو مصرعوں میں سہواً "مزہ" چھپ گیا ہے جس کی تصحیح "صحت نامہ" میں بھی نہیں ہوئی۔

ناچار (لاچار):

نسخۂ عرشی طبع اول کے صفحہ ۵۵ پر غزل نمبر ۱۱۳ کا مقطع ہے

اسدؔ، شکوہ کفر و دعا ناسپاسی — ہجوم تمنا سے ناچار ہیں ہم

"اختلاف نسخ" کے تحت۔ اس مقطع کے حوالے سے لکھا ہے:

"ق، قا، لاچار- آخر میں غالب نے ناچار لکھنا شروع کر دیا تھا اور "لاچار" کو غلطِ محض قرار دے دیا تھا (مکاتیب غالب ۹۴، طبع چہارم) اس لیے متن میں "ناچار" لکھا گیا ہے۔"

(نسخۂ عرشی، طبع اول، ص: ۲۰۹، کالم: ۱)

مولانا عرشی کی یہ رائے، "مکاتیب غالب" کے متن کے صفحہ ۹۴ پر، بیتاب رام پوری کے کلام پر غالب کی اصلاح پر مبنی ہے۔ "مکاتیب" (متن، ص: ۸۸) کے مطابق بیتاب ۱۸۶۶ء میں غالب کے شاگرد ہوئے اور اصلاح لینا شروع کی۔ گویا مولانا عرشی کے مطابق، غالب کا، "لاچار" کو غلطِ محض اور "ناچار" کو درست کہنا ۱۸۶۶ء کے بعد ہی کا ہوگا۔

مولانا عرشی نے نسخۂ عرشی طبع اول میں، اس لفظ کو بھی کچھ دوسرے الفاظ کی طرح غالب کی آخری اصلاح کے مطابق "ناچار" لکھا ہے۔ جس پر رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

"مرزا صاحب نے منقولۂ بالا مقطعے میں "لاچار" کو خود نہیں بدلا، اُسے

Scanned by CamScanner

مرتب (عرشی) نے بدلا ہے اور کسی مرتب کو (وہ استاذ معظم عرشی صاحب کیوں نہ ہوں) یہ حق حاصل نہیں کہ وہ متن میں از خود کسی لفظ کو بدل دے۔"

(اطلاسے غالب، ص ۱۴۴)

رشید حسن خاں کے بیان کردہ، تدوین متن کے اس مسلمہ اصول سے انحراف یا انکار ممکن نہیں لیکن کہنے کی بات یہ ہے کہ "ق" یا "قا" خود غالب نے اپنے قلم سے نہیں لکھے ہوئے جن کی پیروی میں، اب بھی "لاچار" لکھنے پر اتنا اصرار کیا جائے۔ البتہ یہ دونوں نسخے غالب کی نظر سے گزرے اور انہوں نے نظر ثانی کے وقت ان پر اصلاحیں بھی کی ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ یہ اصلاحیں زیادہ سے زیادہ ۱۸۲۶ء سے پہلے ہی کی ہیں اور غالب نے "لاچار" کو "غلط محض" اس کے بعد کسی وقت قرار دیا ہوگا۔ اس سلسلے میں نسخۂ شیرانی (قا) سے ایک شہادت ملاحظہ ہو:

ناچار بے کسی کی بھی حسرت اٹھایئے۔

(عکسی اشاعت نسخۂ شیرانی، ورق ۵۸ ب)

اگر محولا بالا پہلے مقطعے میں، کاتب کے لکھے ہوئے نسخۂ شیرانی میں غالب نے، نظر ثانی کے وقت "لاچار" کو اسی طرح رہنے دیا ہے، تو اسی کاتب کے لکھے ہوئے اسی نسخے میں، اس دوسری جگہ "ناچار" کو بھی تو اسی طرح رہنے دیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ "قا" کی کتابت (۱۸۲۶ء) تک غالب کے نزدیک "لاچار" یا "ناچار" میں کوئی فرق نہ ہوگا (کیونکہ یہ دونوں اُس وقت بھی اور آج بھی مستعمل ہیں)۔

ایک ضمنی شہادت کہ "ہجوم تمنا سے لاچار ہیں"، بیاضِ غالب بخطِ غالب (عکسی اشاعت، نقوش، غالب نمبر ۲، ص ۱۴۸) میں بھی موجود ہے اور وہاں اس میں "لاچار" ہی لکھا ہے۔ اس شہادت سے اس خیال کو مزید تقویت ملتی ہے کہ شروع میں، غالب "لاچار" بھی لکھتے تھے، جسے بعد میں "غلط محض" قرار دے کر "ناچار" کو درست کہا اور لکھا۔ اس لحاظ سے مولانا عرشی نے اس لفظ کو غالب کی آخری اصلاح کے مطابق متن میں "ناچار" لکھا ہے تو درست ہے

Scanned by CamScanner

کیونکہ غدر میں مشفق کی ترمیم و اصلاح اور املا [illegible] جاتی ہے۔ [illegible]
[illegible] غالب [illegible] غالب (۱۸۶۹ء) کو اندھا [illegible] کر اپنی کتاب [illegible]
(ص ۲۹) میں، املا کے تعین کے لیے حوالہ نہیں بنایا)

رشید حسن خاں نے، مولانا عرشی کی نقل کردہ، بیتاؔب کے شعر پر غالب کی اصلاح کے استناد پر اعتبار نہیں فرمایا، گویا غالب کے قلم سے لکھے ہوئے "ناچار" پر بھروسا نہیں [?] کیے "ق" اور "ق" میں کاتب کے لکھے ہوئے "لاچار" کو اپنا لینے پر اصرار کیا ہے جو درست نہیں۔

اس لفظ کے بارے میں، بحث کا ایک دوسرا پہلو کہ غالب نے کب سے "لاچار" غلط اور "ناچار" کو درست قرار دیا۔ مولانا عرشی نے بیتاؔب کے شعر پر اصلاح کا حوالہ دیا ہے، پہلے مذکور ہوا کہ بیتاؔب ۱۸۶۶ء میں غالب کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہوئے گویا ان کے شعر پر زیرِ بحث اصلاح ۱۸۶۶ء یا اس کے بعد کی ہے۔ رشید حسن خاں نے "املائے غالب" میں زیادہ تر غالب کی قلمی تحریروں کی بنیاد پر ہی الفاظ کے املا کا تعین کیا ہے اور ان میں سے بھی غالب کی آخری ترمیم و اصلاح کو اہمیت دی ہے، لیکن زیرِ بحث لفظ کی دونوں صورتوں "لاچار" اور "ناچار" کے املا کے تعین میں، انھوں نے غالب کی کسی ایک بھی قلمی (یا عکسی) تحریر کا حوالہ نہیں دیا۔

نواب یوسف علی خاں اور نواب کلب علی خاں کے نام غالب کے قلمی خطوط کے عکس، پرتھوی چندر کی کتاب "مرقعِ غالب" اور "غالب کے خطوط" (جلد سوم) مرتبہ خلیق انجم، میں شامل ہیں، جو ۱۸۵۷ء کے بعد غالب کی وفات تک کے محررہ ہیں۔ ان میں متعدد بار لفظ "ناچار" آیا ہے۔ پہلی بار، نواب یوسف علی خاں کے نام ۱۸- اپریل ۱۸۵۹ء کے خط میں ہے:

"ناچار پہلے خط کا مضمون اس ورق میں مکرر لکھ دیا"

(مرقعِ غالب، ص: ۲۳۴، غالب کے خطوط (جلد سوم) ص: ۱۲۶۷)

اس کے بعد بھی نوابان رام پور کے نام ان خطوط میں "مرقع غالب" کے صفحہ ۲۳۶، ۲۸۷، ۲۹۰، ۳۰۳، ۳۰۴ اور ۳۰۹ پر لفظ "ناچار" ہی لکھا ہوا موجود ہے، ان میں سے آخری خط جس میں یہ لفظ دو بار آیا ہے، نواب کلب علی خاں کے نام، ۱۶ نومبر ۱۸۶۸ء کا مرقومہ ہے

"آج ناچار از روے اضطرار و اضطرار"

(مرقع غالب، ص ۳۰۹، غالب کے خطوط (جلد سوم) ص ۱۳۰۷)

"ناچار حسین علی کی شادی اور اس کے نام کی تنخواہ" (ایضاً ۔ ایضاً)

ان مثالوں کے پیشِ نظر، غالب کے قلم سے لکھے ہوئے، اس لفظ کے آخری املا "ناچار" کو نظر انداز کر کے، "ق" اور "قا" میں کسی کاتب کے قلم سے "لاچار" کو غالب کے متن میں درج کرنے پر اصرار، قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔

اب بھی اگر یہ اصرار ہو کہ غالب نے اگر پہلے "لاچار" لکھا ہے تو متن میں اس جگہ یہی لکھا جائے اور اس کے بعد اگر "ناچار" لکھنے لگے تو بعد والے اشعار میں "ناچار" لکھا جائے تو پھر وہ تمام الفاظ جو ابتدا میں غالب کسی اور طرح لکھتے تھے لیکن بعد میں کسی اور طرح لکھنے لگے اُن کا املا کیا ہو گا مثلاً "بیاضِ غالب بخطِ غالب" میں، غالب نے خود فارسی اور اُردو الفاظ میں "ذ" اور "ظ" لکھا ہے، لیکن بعد میں ایسے الفاظ کو پابندی کے ساتھ "ز" اور "ت" کے ساتھ لکھنے کے لیے کہا بھی اور لکھا بھی۔ کیا اس طرح کرنے سے املا کی دورنگی کی صورت پیدا نہ ہو گی جس سے، رشید حسن خاں، غالب کے کلام نظم و نثر کو بچانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے "املاے غالب" اسی مقصد کے لیے لکھی ہے کہ غالب کے: "کلامِ نظم و نثر کے مختلف مجموعوں میں لفظوں کے املا میں دورنگی نمود حاصل نہ کر سکے"۔ (املاے غالب، ص: ۱۰)

رشید حسن خاں نے نسخۂ عرشی طبع اوّل میں سے "ناچار" کے محل کے منقولا بالا دو شعر ہی نقل کیے۔ جن میں سے ایک میں "لاچار" لکھنے پر اصرار کیا۔ مزید تلاش کیا تو طبع اوّل میں ان دو کے علاوہ مزید چار اشعار (۱۲۸: ۱۳، ۱۳۰: ۹، ۱۹۵: ۷ اور ۲۰۱: ۳) ایسے مل گئے جن میں

Scanned by CamScanner

[illegible]

"ہا" کا استعمال

"ہا" [illegible] عام طور پر جب ایسے الفاظ میں آئے جن کے آخر میں [illegible]

[illegible] انہیں الگ لکھا جاتا ہے مثلاً خط ہا، گھر ہا وغیرہ۔ نسخۂ عرشی طبع اول و طبع ثانی دونوں میں اس کا التزام کیا گیا ہے اور انہیں منفصل لکھا ہے کیونکہ مولانا عرشی کے مطابق یہ رسم [illegible] کاتب سے [illegible] غالب نے صحیح کر دی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ "ہا" جب ایسے الفاظ میں آئے جن کے آخری حروف منفصل ہوتے ہیں تو لازمی طور پر انہیں الگ ہی لکھا جائے گا مثلاً دعا ہا، گفتگو وغیرہ۔ نسخۂ عرشی میں اس کی بھی پابندی کی گئی ہے۔

اس علامت کی تیسری صورت یہ ہے کہ جب یہ ("ہا") ایسے الفاظ کے ساتھ آئے جسے ملا کر لکھا جا سکتا ہے وہاں بھی لازمی طور پر انہیں الگ لکھا جانا چاہیے۔ رشید حسن خاں صاحب کی قلمی تحریروں سے اس کی مثالیں درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"ان مثالوں کے پیش نظر یہ بات اعتماد کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے قلم سے ایسے مرکبات میں بیشتر "ہا" کو منفصل لکھا ہے۔ نسخۂ عرشی میں ایسے مرکبات میں عموماً "ہا" کو ملا کر لکھا گیا ہے"۔

(املائے غالب، ص: ۱۸۲)

رشید حسن خاں نے نسخۂ عرشی طبع اول کے حوالے سے لکھا تھا لیکن طبع ثانی میں بھی ایسے مرکبات کی یہی صورت ہے مثلاً لکھا ہے خار (۳:۴)، رہا (۸:۶)، روانیہا ہے (۴:۱۲)، یہ لیا ہے (۴:۱۹)، ستمہا ہے (۱۲:۱۹)، چمن بالیدنیہا ہے (۹:۳۲)، اٹھا تھا ہے (۸:۳۲)، جراحتہا ہے (۱۰:۳۲)۔ نسخۂ عرشی طبع ثانی کے "گنجینے" کے صفحہ ۲۴ اور ۲۵ پر غزل نمبر ۳۷، ۳۸، ۳۹ میں قافیہ ہی ایسا ہے: شگفتہا، شکستہا، خستہا، وغیرہ۔ غرض یہ کہ طبع ثانی میں ایسے الفاظ کو کسی ایک جگہ بھی منفصل نہیں لکھا گیا۔ چونکہ یہ غالب کی روش کے بھی خلاف ہے اور مروج صورت بھی یہ نہیں لہٰذا انہیں ہر جگہ الگ الگ لکھا جانا چاہیے تھا۔

نسخۂ عرشی طبع اول میں قدیم روش کے مطابق الفاظ کو اکثر ملا کر لکھا گیا ہے۔ طبع ثانی میں طبع اول کی نسبت ملا کر لکھے جانے والے الفاظ کم ہیں لیکن ہیں ضرور مثلاً: جمعیدش (۱۰:۸۲)، بزم (۵:۹۱)، بسکہ یہا ہے (۹:۹۱)، ہمنشینی رقیباں (۴:۱۰۱)، برعمرِن دو عالم (۱:۱۰۲) وغیرہ۔ ان کے علاوہ "نہ" اور "بہ" کو بھی اکثر ملا کر لکھا ہے مثلاً: نپوچھ (۳:۱۹۸)، نرہا (۴:۱۹۹)، نماتمگ (۲،۱:۲۱۴)، بحالہ (۹:۲۱۵)، نچاہ (۵:۲۱۸)، نہو (۷:۲۱۸) وغیرہ۔ جب نسخۂ عرشی میں کہیں کہیں ایسے الفاظ کو الگ الگ بھی لکھا ہے تو پھر یہاں اور ایسی مزید جگہوں پر ملا کر کیوں لکھا گیا ہے۔ ان کے اندراج کی ایک ہی صورت رہنا چاہیے تھی اور وہ ہے الگ الگ، نہ پوچھ، نہ رہا، نہ کر، نہ ہو وغیرہ جو زیادہ بہتر اور مروج بھی ہے۔

نسخۂ عرشی طبع اول کی نسبت طبع ثانی میں ایک نئی اور عجیب بات یہ نظر آتی ہے کہ اس کے اختلاف نسخ میں مولانا عرشی نے اپنی وضاحتوں اور عبارتوں میں بیشتر جگہ الفاظ کو اعراب بالحروف لکھا ہے مثلاً:

"ح میں اس کی جگہ اوس شعر کو حاشیے کا بتایا ہے جو......" (نسخۂ عرشی، ص: ۲۲۳)

"مرتب ح نے اسے اون غزلوں کے ساتھ چھاپا ہے جن کا......" (نسخۂ عرشی، ص: ۱۸۰)

"مرتب ح نے اسے اون غزلوں کے زمرے میں جگہ دی ہے......" (ایضاً)

Scanned by CamScanner

"پھر بھی اپنے نسخے میں اسے اونہیں غزلوں کے ساتھ چھاپا ہے۔" (نسخۂ عرشی، ص ۱۸۱)

ایسی اور بھی مثالیں ہیں اور یہ صرف طبع ثانی کے "اختلاف نسخ" میں آئی ہیں اس کے علاوہ کہیں نہیں۔

نسخۂ عرشی میں املا کے کچھ معمولی اور کچھ غیر معمولی اشکال کے باوجود مولانا عرشی نے الفاظ پر جو اعراب لگائے یا بطور خاص اضافت اور رموز اوقاف کا اہتمام کیا ہے اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

> "عرشی صاحب کا بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اشعار، فقروں اور اجزا میں اوقاف کا استعمال بڑی فراخ دلی سے کیا ہے۔ جس کی وجہ سے صحیح مفہوم کی طرف رہ نمائی ہو جاتی ہے"۔ (رموز غالب، ص: ۲۸۹)

رشید حسن خاں جو املا کے مسائل و مباحث سے اچھی طرح آشنا اور الفاظ کے رمز شناس ہیں، نسخۂ عرشی میں مولانا عرشی کی توقیف نگاری اور اضافتوں کے اہتمام کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "مرزا صاحب کی دستی تحریروں میں بھی بہ طور عموم اضافت کے زیر نہیں ملتے۔ مولانا عرشی نے نسخۂ عرشی میں اس کا التزام کیا ہے، پابندی کے ساتھ اضافت کے زیر لگائے ہیں۔ یہ التزام بہت مفید اور کارآمد ہے۔ اس سے صحیح خواندگی میں قابل قدر مدد ملتی ہے، معانی کے تعین میں مدد ملتی ہے اور املا کی تکمیل ہوتی ہے"۔ (املائے غالب، ص: ۱۹۶)

نسخۂ عرشی طبع ثانی میں چند معمولی نوعیت کے محل نظر مقامات اور بھی ہیں جنھیں ذیل

Scanned by CamScanner

نئے اشعار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

نسخۂ عرشی طبع اول کے ''گنجینۂ معنی'' کی ترتیب و تدوین میں ایک اصول یا معیار یہ بھی پیش نظر رکھا گیا تھا کہ اس حصے میں آنے والے قلم زدہ اشعار میں سے جن میں غالب نے کچھ ترمیم و اضافہ کر کے نسخۂ اول دیوان میں شامل کر لیے انھیں درج نہ کیا جائے یعنی جن قلم زدہ اشعار کی اصلاحی شکل نسخۂ اول میں آ گئی انھیں صرف ''اختلاف نسخ'' میں ظاہر کر دیا جائے ''گنجینے'' میں شامل نہ رکھا جائے۔ نسخۂ عرشی طبع اول میں اس اصول کی خاص پابندی نہ ہو سکی تھی اور کچھ ایسے شعر بھی ''گنجینے'' میں چھپ گئے تھے جن میں ایک مصرعے یا ایک آدھ لفظ یا صرف ردیف کی تبدیلی سے غالب نے نسخۂ اول میں شامل کر لیے تھے۔ یعنی معمولی فرق والے (جس سے مفہوم میں خاص تبدیلی بھی نہ ہوتی تھی) تقریباً ایک ہی مفہوم کے حامل شعر ''گنجینے'' اور ''نوائے سروش'' دونوں میں آ گئے تھے۔ اس پر ڈاکٹر گیان چند نے لکھا تھا:

> ''عرشی صاحب نے ایسی صورتوں میں کسی یکساں روش کی پابندی نہیں کی۔ کہیں وہ سابق متن کے شعر کو یک قلم خارج کرنے کا مشورہ دیتے ہیں تو کہیں دونوں متون کو علاحدہ اشعار کے طور پر برقرار رکھتے ہیں۔''
>
> (رموز غالب، ص: ۲۶۷)

نسخۂ عرشی طبع ثانی کی ترتیب کے وقت مولانا عرشی نے اس پہلو پر خاص توجہ دی اور طبع اول کے ''گنجینے'' سے ایسے بہت سے اشعار خارج کر دیے جن کی اصلاحی شکل نوائے سروش میں آ رہی تھی مثلاً: صفحہ ۵: شعر ۱۲، ۱:۱۱، ۱۴:۱۳، ۱:۱۵، ۵:۱۷، ۹:۱۹، ۱۲:۲۰، ۸۲: ۸ وغیرہ۔ یہ سب طبع اول میں موجود ہیں (اور صفحہ و شعر نمبر طبع اول ہی سے دیا ہے) لیکن طبع ثانی کے ''گنجینے'' میں شامل نہیں۔ سبب یہی ہے کہ ان کی اصلاحی شکل ''نوائے سروش'' میں آ چکی ہے۔ لیکن طبع ثانی کے گنجینے میں ایسے کچھ مزید شعر موجود رہ گئے ہیں اور یہ ہیں بھی ایسے کہ ان سے زیادہ مفہوم کے اختلاف والے (نئے شعر کا درجہ رکھنے والے) اصلاحی شعر تو خارج ہوئے لیکن

Scanned by CamScanner

بہت معمولی فرق، دونوں کو برقرار رکھا ہے طبع ثانی سے ایسی چند مثالیں ملاحظہ ہوں

گنجینۂ معنی، ۹: ۱۰ تھے میں اور غیر میں نسبت ہے، ولیکن بعناد / وہی جو ہم رشتہ تو ہے اثبات تغیر

نوائے سروش، ۱۵۱: ۷ جاں پناہا! دل و جاں فیض رسانا! شاہا! / وہی جو ہم رشتہ تو ہے بعد اسے تغیر

گنجینۂ معنی، ۱۳: ۳ حسرت کش یک جلوۂ معنی ہیں نگاہیں / کھینچوں ہوں سویدائے دل چشم سے آہیں

نوائے سروش، ۲۲۳: ۶ مت مردمک دیدہ میں سمجھو یہ نگاہیں / ہیں جمع سویدائے دل چشم میں آہیں

گنجینۂ معنی، ۷۵: ۵ لائی ہے معتمد الدولہ بہادر کی امید / جادۂ رہ کشش کاف کرم ہے ہم کو

نوائے سروش، ۲۳۵: ۹ لے جاتی ہے کہیں ایک توقع غالب / جادۂ رہ کشش کاف کرم ہے ہم کو

طبع ثانی کے گنجینے میں آنے والا ایک شعر اپنے قدیم متن پر اصلاح کے باوجود غالب نے متداول میں شامل نہ کیا۔ اب اس کی دونوں صورتیں یہاں (گنجینے میں) چھپ گئی ہیں:

گنجینۂ معنی، ۲۳: ۸ اسد ہر اشک ہے یک حلقہ بر زنجیر افزودن / بہ بند گریہ ہے نقش بر آب سعیٔ رستن ہا

گنجینۂ معنی، ۲۹: ۷ ہر اشک چشم سے یک حلقۂ زنجیر بڑھتا ہے / بہ بند گریہ ہے نقش بر آب اندیشۂ رستن کا

ایسے اشعار کے بارے میں کوئی ایک اصول طے کر لیا جاتا تو بہتر تھا کہ یا تو اس طرح کے تمام اشعار کو شامل کیا جاتا یا پھر سب کو خارج کیا جاتا۔ جس طرح گیان چند رضا نے ایسے تمام اشعار کو متن میں شامل کر لیا ہے اسی سبب ان کے ہاں نسخۂ عرشی کی نسبت اشعار کی مجموعی تعداد زیادہ ہے۔ نسخۂ عرشی میں، ماخذ کی علامتوں کے علاوہ پانچ طرح کی علامتیں استعمال ہوئی ہیں جو متن میں شامل بعض اشعار کی ترتیب یا انتخاب کی فہم کے لیے آئی ہیں۔ ان تمام علامتوں کے اندراج سے مرتب نسخۂ عرشی کا مقصد پورا نہیں ہو پایا۔ ان میں سے بعض مبہم اور بعض نامکمل رہ گئی ہیں، کہیں بے محل بھی ان کا اندراج عمل میں آیا ہے۔

''گنجینۂ معنی'' کے پہلے قصیدے کے شروع میں ایک لکیر لگی ہے جس کے بارے میں حاشیے میں لکھا ہے:

Scanned by CamScanner

''یہاں اور آگے دو شعروں کے درمیان سادہ لکیر کا مطلب یہ ہے کہ یہاں سے بعد از اصلاح اسد نے کچھ شعر نکال کر نسخۂ اول (نوائے سروش) میں شامل کیے ہیں'' (نسخۂ عرشی، اصل متن ۲)

اس علامت میں دو طرح کے اشکال پائے جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ علامت ''سادہ لکیر'' ''گنجینۂ معنی'' کے صرف تین قصائد میں اپنے محل پر لگی ملتی ہے۔ اس کے بعد اس کا استعمال کہیں (کسی ایک جگہ بھی) نظر نہیں آتا۔ جب یہ ''سادہ لکیر'' اس مطلب کے لیے لگائی ہے کہ پتا چل سکے کہ ''یہاں سے غالب نے کچھ اشعار نکال کر نسخۂ اول میں شامل کیے'' تو پھر اسے ''گنجینۂ معنی'' اور ''بادۂ آوردہ'' کی غزلیات میں بھی استعمال کرنا چاہیے تھا۔ غالب نے صرف ان قصائد میں سے تو شعر نہیں لیے غزلیات میں سے بھی لیے ہیں۔

دوسرا اشکال اس میں یہ ہے کہ ''گنجینے'' کے صرف قصائد میں اس سادہ لکیر کے لگا دینے سے یہ تعیین قطعاً نہیں ہوسکتا کہ یہاں سے کون سے شعر نسخۂ اول میں آئے۔ مطلب یہ کہ نظم و غزل کے اشعار کی ابتدائی ترتیب کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ دو لکیروں کے استعمال سے صفحہ پر ایک سطر بڑھ جاتی ہے، ممکن ہے مولانا عرشی نے اپنے مسودے میں قصائد کے بعد یہ اہتمام کیا ہو لیکن طباعت میں یہ ظاہر نہیں ہوسکا۔

''گنجینۂ معنی'' ہی میں ایک دوسری علامت کے بارے میں حاشیہ ہے کہ:

''جس شعر کے درمیان ایسا پھول (✿) بنا ہے وہ بعد کا اضافہ ہے'' (نسخۂ عرشی، ص: ۱۲) یہی اظہار مقدمے (ص: ۴۷) میں بھی کیا گیا تھا۔ یہ نشان، اضافہ شدہ شعر کے محاذ میں (دونوں مصرعوں کے درمیان) بنا ہے اور ''گنجینۂ معنی'' و ''نوائے سروش'' دونوں میں اس کا استعمال نظر آتا ہے۔ مقدمے یا حاشیے کی محولا عبارت کے علاوہ نسخۂ عرشی کے کسی حصے میں ایسا کوئی اشارہ نہیں، جس سے یہ تعین کیا جاسکے کہ کون سے پھول والا شعر کس نسخے میں پہلی بار اضافہ ہوا۔ نسخۂ عرشی میں اس کے استعمال کی یہ صورتیں رہی ہیں کہ کہیں تو پھول کے نشان والے

Scanned by CamScanner

شعر کے بارے میں اختلاف میں بھی ظاہر کر دیا ہے کہ یہ فلاں نسخے میں پہلی بار اضافہ ہوا اور کہیں یہ اظہار نہیں کیا۔ "ح" اور "حم" کے ساتھ تقابل سے اندازہ ہوا کہ اس نشان والے زیادہ تر اشعار "ق" کے حاشیے والے ہیں لیکن اس صورت میں بھی ایک بے قاعدگی یہ رہی ہے کہ اگر کوئی مکمل غزل کسی نسخے کے حاشیے کی ہے یعنی اپنے سے ماقبل نسخے کی نسبت اضافہ شدہ ہے تو اس کے کسی شعر پر یہ نشان نہیں اور کہیں حاشیے کی مکمل غزل کے اشعار پر یہ نشان ملتے ہیں۔

"نواے سروش" کی غزل نمبر ۳۲، ۹۱، ۱۳۳، ۱۳۹، ۱۵۷، ۱۶۳، ۱۷۰ اور ۱۷۶ کے ماخذ میں "حاشیۂ ق" درج ہو گیا تھا اور ان کے اشعار پر پھول کے نشان بھی موجود ہیں لیکن "صحت نامہ" میں ان کے ماخذ میں سے "حاشیۂ ق" کو کالعدم قرار دیا ہے، اور یہ تصحیح شاید (بلکہ یقیناً) "حم" کے حوالے سے ممکن ہو سکی ہے جس کا حوالہ نہیں دیا گیا (نسخۂ عرشی طبع اول میں بھی ان غزلوں کے ماخذ میں "حاشیہ ق" درج ہے)۔

"گنجینے" کی غزل نمبر ۶۵ (ص: ۳۷) ہے جس کے ماخذ میں "ق" اور "قا" کے ساتھ "حاشیۂ ق" بھی درج ہے۔ لیکن "ح" اور "حم" کے مطابق اس غزل کا صرف ایک شعر "ق" کے حاشیے پر تھا جو نسخۂ عرشی کے حصہ "نواے سروش" میں غزل نمبر ۵۵ (ص: ۱۹۸) کے تحت فرد شعر کے طور پر درج ہے اور یہاں اسے "قب" کے حوالے درج کیا ہے۔ لہٰذا "گنجینۂ معنی" کی مذکور غزل (نمبر ۶۵) کے ماخذ میں "حاشیہ ق" کا اندراج نادرست اور "نواے سروش" میں غزلِ مذکور (نمبر ۵۵) کے ماخذ میں "قب" سے پہلا ماخذ "حاشیہ ق" درج ہونا چاہیے تھا۔

اسی طرح "نواے سروش" کی غزل نمبر ۲۸ (ص: ۱۷۶) کے ماخذ میں، "ق، حاشیہ ق، قا" درج ہے۔ لیکن اس غزل کے سات اشعار میں سے کسی ایک پر بھی پھول کا نشان نہیں ہے۔ "حم" کے مطابق اس غزل کا کوئی شعر "حاشیہ ق" کا نہیں لہٰذا نسخۂ عرشی میں اسے "حاشیہ ق" کا ظاہر کرنا سہو ہے (اگر یہ سہو نہیں تو اس میں حاشیے کے اشعار پر پھول کا نشان نہ

Scanned by CamScanner

ملتا ہو ہے) جس کی صحیح "استدراک" یا "صحت نامہ" میں بھی نہیں ہو سکی۔

پھول کا نشان زیادہ ابہام اور اشکال کا باعث اس وقت بنتا ہے جہاں کسی غزل کے ایک سے زیادہ مآخذ درج ہوئے ہیں۔ اس صورت میں یہ تعین نہیں ہوتا کہ اس میں نشان زد اشعار کس کس مآخذ میں پہلی بار اضافہ ہوئے ہیں مثلاً "نوائے سروش" کی غزل نمبر ۱۹۸ (ص ۳۰۱) کے تین مآخذ ہیں: "قا"، "گل" اور "قب"۔ ۱۹ اشعار کی اس غزل کے پہلے دو اور آخری پانچ اشعار کے محاذ میں پھول کا نشان ہے۔ "اختلافِ نسخ" میں کوئی اشارہ نہیں کہ نشان زد یہ سات اشعار مذکورہ تین مآخذ میں سے کس کس میں پہلی بار اضافہ ہوئے۔ "استدراک" کے تحت غزل مذکور کے تیسرے اور چوتھے شعر (جن پر پھول کا نشان نہیں ہے) کے بارے میں "حم" کے حوالے سے حاشیہ ہے کہ:

> "ص ۳۰۱: ۳ و ۴، حاشیہ ق میں یہ شعر گنجینۂ معنی غزل نمبر ۱۹۸ (یہاں ۲۹۸ لکھا ہے جو غلط ہے) کے ہم پہلو اضافہ ہوئے ہیں (حم)"
>
> (نسخۂ عرشی، استدراک، ص: ۵۱۸، کالم: ۲)

بات اور الجھ جاتی ہے۔ یعنی "نوائے سروش" کی زیرِ بحث غزل (نمبر ۱۹۸) میں بغیر پھول کے نشان والے دو شعروں پر بھی یہ نشان ہونا چاہیے اور مآخذ میں "حاشیۂ ق" کا اضافہ ہونا چاہیے (جو "استدراک" میں نہیں کروایا) لیکن باقی نشان زد اشعار کے بارے میں کہیں وضاحت نہیں ہو سکی۔ "گنجینے" اور "نوائے سروش" میں اس طرح کی اور غزلیں بھی ہیں جن کے مآخذ ایک سے زیادہ ہیں اور اُن میں سے بعض پر پھول کا نشان بھی لگا ہے لیکن اس کا کچھ تعین نہیں ہو سکتا کہ کون سے شعر کس نسخے میں پہلی بار اضافہ ہوئے۔

مولانا عرشی نے متن کے اضافوں کی تفہیم کے لیے اس علامت کو درج کیا لیکن یہ علامت طباعت میں اُن کی خواہش کے مطابق رو بہ عمل نہیں ہو سکی۔ اس اظہار کا آسان طریقہ یہ ہو سکتا تھا کہ الجھاوے سے بچنے اور بچانے کے لیے ہر غزل میں اُس کا صرف ایک قدیم

Scanned by CamScanner

تو ہیں نقطہ درج کیا جاتا اور اضافوں کو ظاہر کرنے کے لیے پھول کے نشان کی بجائے شعر کے مقابل میں نسخوں کے مخففات درج کر دیے جاتے۔ "اختلافِ نسخ" کے سے کلی غالب متن میں کے اندراج کے لیے پھول کی نسبت کچھ زیادہ تردد بھی نہیں کرنا پڑتا تھا۔

ان دو کے علاوہ باقی تین علامتیں ایک ہی نوعیت کی ہیں جو "گلِ رعنا" (۱۸۲۸ء) اور "انتخابِ غالب" (۱۸۶۶ء) کے تمام اشعار کو ظاہر کرنے کے لیے ہیں کہ کون سی غزل میں سے کون کون سا شعر ان دونوں انتخابات میں آیا ہے۔ ان کے بارے میں مقدمے میں لکھا ہے

> "بہت سے اشعار کے دائیں یا بائیں گ، یا خ یا گخ لکھا ہوا ملے گا یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ اشعار گلِ رعنا یا انتخابِ غالب (۱۸۶۶ء) یا ان دونوں میں پائے جاتے ہیں۔" (مقدمہ، ص ۱۵۷)

نسخۂ عرشی میں ان علامتوں کا اہتمام بھی بڑا معنی خیز ہے کہ ان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مختلف ادوار میں غالب کا معیارِ انتخاب کیا رہا ہوگا۔ ان کے بارے میں ایک بات یہ بھی کہنے والی ہے کہ ان دونوں نسخوں میں آنے والے ہر شعر پر گ، خ یا گخ نہیں بلکہ اگر ایک انتخاب کے چند شعر مسلسل آئے ہیں تو وہاں پہلے شعر پر تو یہ علامت لکھ دی ہے، اس کے نیچے والوں پر گ، خ یا گخ کو دہرانے کی بجائے ایضاً کی علامت (") لگائی گئی ہے لیکن یہ اتنی خفی ہے کہ بہت توجہ سے دیکھنا پڑتا ہے۔ ان علامتوں کو دائیں یا بائیں لکھنے سے بہتر تھا کہ طے کر لیا جاتا کہ کسی ایک طرف آئیں گی۔ کبھی یہ شعر کے شروع میں یعنی دائیں جانب اور کبھی آخر میں یعنی بائیں جانب آئی ہیں جو بعض اوقات الجھاوے کا باعث بھی بن جاتی ہیں۔ "گ" کی علامت "گنجینۂ معنی" اور "نوائے سروش" دونوں حصوں میں آئی ہے۔ "خ" اور "گخ" صرف "نوائے سروش" میں۔ مقدمے میں "گلِ رعنا" اور "انتخابِ غالب" کے اشعار کے ردیف وار گوشوارے دیے ہوئے ہیں، متن میں بعض شعروں پر ثبت ان علامتوں کو شمار کر کے گوشوارے سے تقابل کیا تو اندازہ ہوا کہ کچھ اشعار میں یہ علامتیں ظاہر نہیں ہو سکیں مثلاً

Scanned by CamScanner

مقدمے میں (ص ۱۰۰) "گل رعنا" میں ردیف الف کی غزلوں کے اشعار کی تعداد ۲۴۳ بتائی گئی ہے۔ متن میں "گ" اور ایضاً ( ) کی علامتیں "گنجینہ" میں ۵۲ اشعار پر درج ہیں۔ "نوائے سروش" کے ۹۳ اشعار پر درج ہیں جن کی مجموعی تعداد ۱۰۸ بنتی ہے۔ اب یہ تعداد مشکل ہے کہ "گل" کے ۱۰۰ کون سے پانچ اشعار ہیں جن پر یہ علامت نہیں لگائی جا سکی۔ اسی طرح دونوں متنوں (گنجینہ، نوائے سروش) کی ردیف "ت" کے ۱۱ اشعار پر یہ علامت آئی ہے لیکن "گل رعنا" کے گوشوارے میں اس ردیف کے ۵ شعر ظاہر کیے ہوئے ہیں۔

"انتخاب غالب" (۱۸۶۶ء) کے حوالے سے "ع" اور "گ" یا ایضاً ( ) کی علامت کے استعمال میں بھی یہ اشکال ہے کہ انتخاب کے تمام اشعار پر اس کا اندراج عمل میں نہیں آ سکا۔ مثلاً مقدمے (ص ۱۲۷) میں دیے گئے انتخاب کے گوشوارے کے مطابق اس میں قطعات کے ۴۰ شعر ہیں۔ "نوائے سروش" کے قطعات میں یہ علامت صرف ۳۳ شعروں پر ظاہر ہوئی ہے۔ گوشوارے کے مطابق، انتخاب میں قصائد کے ۲۲ شعر ہیں جن میں ۲۰ پر یہ علامت آئی ہے۔ ردیف الف کی غزلیات کے ۱۳۹ شعر انتخاب میں آئے، جن میں ۱۳۲ شعروں پر یہ علامت آئی۔ ردیف ت کے ۸ منتخب شعر ہیں۔ لیکن متن میں صرف ۵ پر یہ علامت درج ہے۔ غرض یہ کہ "گل" اور "انتخاب" کے حوالے سے یہ علامتیں مکمل طور پر متن کے اشعار پر ظاہر نہیں ہو سکیں جس سے ان علامتوں کے اندراج کا مقصد پورا نہیں ہو سکا۔

دیوانِ غالب نسخۂ عرشی میں بے شمار خوبیاں ہیں اردو میں تدوین کلام کا جو معیار نسخۂ عرشی نے دیا ہے وہ اُس وقت اور کسی تدوین کی کتاب کو حاصل نہیں تھا اور شاید دیوانِ غالب کے ترتیب و تدوین شدہ ایڈیشنوں میں کوئی بھی نسخۂ عرشی کے مقابل نہیں ٹھہرتا لیکن نسخۂ عرشی کے حوالے سے جو مشاہدات اور معروضات یہاں پیش کیے گئے ہیں ان کے سبب، اس پر مکمل بھروسا کسی بھی طرح کے غلط نتائج کا باعث ہو سکتا ہے۔

~~~~~~~~~~

Scanned by CamScanner
~~~~~~~~~~

حواشی اور حوالہ جات

۱۔ دیوانِ غالب (کامل) مرتبہ، کالی داس گپتا رضا، بار اوّل، بمبئی: ساکار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ، فروری ۱۹۸۸ء ص: ۴۳

۲۔ نسخۂ شیرانی کے ورق ۲، الف اور ب پر اس بالتخلص مصرع کے بشمول، ایسے تین اصلاحی اضافے ہیں جو نسخۂ شیرانی کے کاتب کے قلم سے ہیں نہ غالب کے قلم سے۔ مولانا عرشی مقدمے میں، اس نسخے کے تعارف کے تحت ان اضافوں کی نشاندہی کے بعد لکھتے ہیں: "مذکورہ بالا تینوں اضافے حال ہی کے کسی شخص کے ہیں"۔ (مقدمہ، ص ۹۳)۔ سید قدرت نقوی "حال ہی کے کسی شخص" کے بارے میں قیاس کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "(پنجاب) یونیورسٹی لائبریری میں مخطوطے (نسخۂ شیرانی) کے ساتھ حافظ محمود شیرانی کی تحریریں ملا کر دیکھیں تو احساس ہوا کہ یہ ترمیمیں ان کے قلم کی ہیں"۔ [نسخۂ شیرانی اور دوسرے مقالات، لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، مارچ ۱۹۸۸ء، حاشیہ، ص ۹] یعنی قدرت نقوی اور خود مولانا عرشی کے مطابق یہ اضافہ غالب کے قلم سے نہیں اس کے باوجود زیرِ بحث اختلافِ نسخ میں سے غالب کا قرار دیا۔ لہٰذا یہ اختلافِ نسخ غلط درج ہو گیا ہے۔

۳۔ صغیر النساء بیگم، غزلیاتِ غالب کا معروضی تجزیہ، مرتبہ: ڈاکٹر محمد نور الدین سعید، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ نگر، ستمبر ۱۹۸۴ء

۴۔ پرتھوی چندر، مرقعِ غالب، متعارفہ، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء

۵۔ غالب کے خطوط (جلد سوم) مرتبہ: خلیق انجم، نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۷ء

Scanned by CamScanner